امور مرد کو رنج دینے والے ہیں وہ ہی عورت کو رنج دینے والے ہیں اور جو امور مرد کو خوش کرنے والے ہیں وہ ہی عورت کو خوش کرنے والے ہیں مگر لوگ بیبیوں کے حقوق کے ادا کرنے میں طریق شریعت سے اس قدر دور جا پڑے ہیں کہ صرف سرسری راہ نمائی اُن کو راہ پر نہیں لاسکتی بلکہ ضرور ہے کہ اُن کا ہاتھ پکڑ کر طریقِ شریعت پر کھڑا کیا جاے۔ شوہر و زوجہ میں جو نا چاقیاں اور بے لطفیاں پیدا ہوتی ہیں وہ تاہل کو تلخ اور خراب کر دیتی ہیں۔ اُن کے اسباب عموماً یہ ہوتے ہیں۔ فریقین ازدواج کے درجۂ تعلیم میں بیحد تفاوت کا ہونا یا طبعی بد مزاجی یا ساس نند کے تنازعات۔ تعلیم کی نسبت ہم بہت کچھ کہ چکے ہیں اور بتلا چکے ہیں کہ تعلیم یافتہ نوجوان ناخواندہ بیویوں سے کبھی خوش نہیں رہ سکتے اور جبکہ زمانۂ حال میں لڑکیوں میں ابتدائی تعلیم کا آغاز ہے تو لائق نوجوانوں کو لائق رفیق ملنے مشکل ہیں۔ البتہ کمی تعلیم کی کسی قدر تلافی خوش تربیتی اور سلیقہ مندی سے ہوجاتی ہے۔ شوہر جانتے ہیں کہ بیوی پڑھی ہوئی نہیں ہے اس لئے وہ ناخواندہ سے خواندہ کے سے افعال کے متوقع نہیں ہوسکتے بعض وقت لائق شوہر کو جو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک بھی اچھا کرتا ہے۔ محبت بھی بے انتہا رکھتا ہے اور کوئی دقیقہ انس وہمدردی کا اُس کے لئے اُٹھا نہیں رکھتا اس بات سے نہایت رنج و بیدلی ہوتی ہے کہ وہ بیوی باوجود خواندہ ہونے کے اپنے شوہر کے اوصاف کی پوری قدردانی نہیں کرتی اور قدردانی نہ کرسکنے کے باعث وہ اُس قدر خوش و بشاش بھی نہیں پائی جاتی جس قدر اُس کو ایسے حالات میں پایا جانا چاہئے تھا۔ ہمارے مخدوم دوست پنڈت شیو نرائن اگنی ہوتری جو بانی دیو دھرم ہیں بیوی کے ساتھ حسن سلوک میں اپنی قوم

میں بے نظیر ہیں۔ مستورات کے باب میں اُن کی فیاضانہ رائیں۔ اور دلی درومندیاں اور منصفانہ فیصلے اس قابل ہیں کہ اہلِ اسلام بھی اُن کی پیروی کریں۔ پنڈت صاحب موصوف کی شادی نومبر ۱۸۸۱ء میں ایک برہمن خاندان میں گنیش سندری دیوی سے ہوئی۔ یہ لڑکی اگرچہ کسی قدر تعلیم یافتہ تھی اور عبادت اور مذہبی رسومات کے ادا کرنے کا اُس کو بیحد شوق تھا اور اپنے شوہر سے بھی بظاہر ہر طرح خوش تھی مگر اُس میں اِس قدر استعداد نہ تھی کہ وہ اپنے شوہر کی خوبیوں کو سمجھ سکتی اور اُن سے پورے طور پر مستفید ہو سکتی۔ اندریں صورت ان میں وہ خوشی اور بشاشت جو ایسے لائق شوہر کے حاصل ہونے سے ہونی چاہئے تھی حاصل نہ تھی۔ پنڈت صاحب موصوف اپنی قوم میں ایک ہی شخص ہیں جو مستورات کے حقوق کے بڑے بھاری حامی ہیں۔ جس خوش نصیب برہمن لڑکی کو اُن کی زوجیت کی عزت حاصل ہوتی وہ اُن کے وجود کو مغتنمات سے گنتی۔ ایسی ہی بعض مثالیں اپنے احباب اہل اسلام کی ہیں مگر وہ اپنا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ایک ہمارے مخدوم دوست ہیں جن کا دل قوم کی محبت اور ہمدردی کے جوش سے لبریز ہے اور جس دن وہ نہ ہوگا سارا ہندوستان اُسے روئیگا۔ اُس کی زندگی کا ایک ایک سانس قوم کے لئے دو رہا ہے۔ ان بیچاروں کو بھی رفیق ایسا مِلا ہے کہ اُس کی نظر میں وہ زمانہ بھر کا ہمدرد اُس کا ہمدرد نہیں ہے۔ زمانہ بھر میں اگر کوئی اُن کا شاکی ہے تو اُن کی بیوی۔ ایک ہمارے نہایت فاضل دوست ہیں جو بحر علوم عربیہ میں شناوری کرنے والے اور نہایت خوش مذاق خوش خیال شخص ہیں جن کی ذات گروہ علماء میں مغتنمات سے

ہے۔ مگر بے طرق زندگی نے اُن کو کسی کام کا نہیں رکھا۔ اُن کے بے انتہا علم سے ایک ذرہ کی برابر فیض کسی کو نہیں پہنچتا۔ ہم تو جب کبھی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو یہ ہی سُنا کہ مولوی صاحب پیڑھا ٹھوک رہے ہیں۔ یا چارپائی کی اَدوائن کس رہے ہیں۔ یا پسنہاری کو گیہوں تول کر دے رہے ہیں۔ یا بچوں کی آبدست کر رہے ہیں۔ پس جس شخص کو اِس قسم کی خانہ داری نصیب ہو اُس کو کیا راحت نصیب ہو سکتی ہے۔ بعض لوگوں کو ایسی بیویاں ملتی ہیں جو اچھی لکھی پڑھی ہیں۔ شوہر کی اطاعت بھی کرتی ہیں۔ کفایت شعار بھی ہیں۔ مگر خوش سلیقہ نہیں۔ بعض مردوں کو مکان کی زینت و آرائش کا بہت شوق ہوتا ہے اور خود بیوی کو بھی صاف اُجلے لباس میں ہی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں مگر بیوی اپنی طبعی سادہ مزاجی کی وجہ سے اپنے شوہر کی اِس خواہش کی طرف پوری توجہ نہیں کرتی اِس لئے شوہر کے دل سے رفتہ رفتہ وہ اُتر جاتی ہے اور وہ اُس کو پھُوہڑ سمجھنے لگتا ہے۔ ایسی حالت میں شوہر و زوجہ میں کوئی حقیقی اُنس نہیں ہوتا اور وہ صرف حیوانی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے شوہر و زوجہ بنتے ہیں۔ بلکہ ایسے شوہر و زوجہ کو شوہر و زوجہ کہنا ہی نہیں چاہئے وہ صرف نر و مادہ ہوتے ہیں۔ مگر ان خرابیوں کا علاج بعد نکاح کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور قبل از نکاح اگر انتخاب میں پوری کوشش کی جائے تو اِن خرابیوں سے بچنا بخوبی ممکن ہے۔

لیکن شوہر و زوجہ کے درمیان جو عموماً رنجشیں پیدا ہوتی ہیں بعض اُن میں ایسی بھی ہیں جن کا علاج بخوبی ممکن ہے۔ اُس کے اسباب عموماً حسب ذیل ہوتے ہیں:۔

(۱) شوہر کا بدوضع ہونا جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کی طرف پورا التفات نہیں کرتا۔

(۲) شوہر بدمغزی کی وجہ سے یا محض بے اعتباری کے سبب بیوی کو کافی خرچ نہیں دیتا اور جس قدر دیتا ہے اُس کا حساب ناواجب سختی سے لیتا ہے ✤

(۳) شوہر ناعاقبت اندیشی سے مہر زیادہ مقرر کروالیتا ہے۔ بعد نکاح وہ اپنی بیوی سے مہر معاف کروانا چاہتا ہے بیوی مہر معاف نہیں کرتی تو میاں بیوی کے دل میں فرق آجاتا ہے۔ اور سچی محبت و اخلاص مبدل بہ خودغرضی ہوجاتا ہے ✤

(۴) بعض شوہر باوجود لائق ہونے کے عورات کے باب میں نہایت پست خیالات رکھتے ہیں اور وہ بیویوں کا زیادہ خواندہ ہونا پسند نہیں کرتے۔ ایسے نوجوان حبّ الدین کے دباؤ سے شادی کرتے ہیں اور کوئی بدنصیب لکھی پڑھی لڑکی اُن کے پلے پڑجاتی ہے تو آپس میں سخت ناموافقت ہوتی ہے ✤

ان سب صورتوں میں مرد کو اپنے عادات کی اصلاح کرنی چاہئے اور اُن ہدایات پر کاربند ہونا چاہئے جو خاتمۂ کتاب پر لکھی جائینگی۔ متاہل شخص کے لئے بالخصوص بدوضعی سخت روسیاہی ہے اور شوہر کو محض بیوی کی دلجوئی اور خوشی کے لئے نہیں بلکہ خوف خدا سے بدچلنی سے بچنا چاہئے۔ کہ اِس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ خانہ داری کی خوشی کو تباہ کرنے والا۔ بچوں کے لئے بدراہی کا نمونہ دکھانے والا۔ دنیا میں ذلیل و خوار اور آخرت میں عذاب دوزخ میں گرفتار کرنے والا ہے ✤ شوہر کو غور کرنا چاہئے کہ جس لڑکی نے تمام دنیا سے ایک طرح کا قطع تعلق کرکے اپنے تئیں تمہارے سپرد کردیا ہے جو اب صرف تمہاری کہلاتی ہے۔ جس کی قسمت کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ جس نے

تمہیں خود اس قدر اختیار دے دیا ہے کہ تم چاہو تو اُس کو مار ڈالو چاہو تو اُس کو جلا دو۔ جو تمہاری خدمت اِس دردمندی سے کرتی ہے کہ دنیا میں کوئی نہ کریگا۔ جو تمہارے بچوں کو اِس شفقت سے پالتی ہے کہ اور کوئی نہیں پال سکتا اور جو باوجود اِن سب باتوں کے اپنے تئیں تمہاری کنیز اور تمہیں اپنا سرتاج کہتی ہے کون سی غیرت اور انسانیت اجازت دیتی ہے کہ ایسی عاجز مخلوق کو ستایا جاے اور اُس مظلوم کا دل دُکھایا جاے۔ تم بدوضعی اختیار کرو اور اُس بیچاری کی امانت میں خیانت کرو۔ اور اُس کا حق چھین کر بازاری عورت کو دو۔ اُس کے کلیجہ میں چھُریاں مارو اور پھر اُس بیکس کی شکایت کرتے ہو کہ وہ ناخوش رہتی ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اُس کا دل انگاروں پر بھونو اور اُس میں سے دھواں نہ نکلے۔ اُس کا دل چیرو اور خون نہ بہے۔ اُس کا جگر چاک اور جان ہلاک کرو اور وہ اُف نہ کرے ؎

نئی تاکید ہے ضبطِ محبت کی وہ کہتے ہیں جگر ہو تو فغاں کیوں ہو دہن ہو تو زباں کیوں ہو

ذرا دھیان سے تصور کرو ایک بے زبان کی کیفیتِ قلبی کا۔ جب ایک جفاکار کسی کسبی کو اپنی بیٹھک میں بُلاتا ہے اور اپنی دلفگار رفیق سے اُس کے لئے کھانا پکواتا ہے اور اپنا مُنہ اور عاقبت سیاہ کرتا ہے اور وہ اشراف زادی اُس حرامکار کی جابرانہ اور کافرانہ حکموں کی تعمیل کر رہی ہے آنسو کی لڑی اُس کی آنکھوں سے جاری ہے۔ اور وہ اُس بیدرد سفاک کے خوف سے جلدی جلدی اپنی آنکھیں پونچھتی ہے کہ وہ کہیں دیکھ نہ لے اور ایسا ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ چولھے کے دھوئیں سے آنکھوں سے آنسو نکلے ہیں۔ ارے ظالم اس لڑکی کی

کی آہیں نہیں ہیں جلے بھنے دل کا دھواں ہے۔ آنسو نہیں ہیں۔ جگر پانی ہوکر آنکھوں کے راستہ سے بہ رہا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن	اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید

اِن اسبابِ رنجش کے بعد وہ اسباب ہیں جو شوہروں کے رشتہ داروں سے تعلق رکھتے ہیں خصوصاً ساس اور نند سے۔ بہت کم گھر ایسے ہونگے جن میں ساس بہوئیں یا بھاوج اور نند میں اتحادِ دلی اور محبت قلبی ہو۔ مختلف خاندانوں میں مختلف وجوہات اِن رنجشوں کی نکلتی ہیں لیکن اصول رنجش سب جگہ ایک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شوہر کے سب عزیز یہ چاہتے ہیں کہ بہو ہم سب میں سے ایک ایک کی تابعداری اور فرمانبرداری اس طرح کرے جس طرح وہ شوہر کی کرتی ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ بعینہ جس طرح کسی فوجداری حاکم یا افسر پولیس کے عزیز و اقارب ناجائز فائدہ اپنے رعب خلاف قانون سے اُٹھاتے اور بیگناہوں کو ستا کر اپنی حکومت جتلایا کرتے ہیں اسی طرح شوہر کے اقارب بیچاری بہو کو ستاتے ہیں۔ وہ ساسیں جو بہت منتوں اور مرادوں کے مانگنے اور بڑی بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد بہو بیاہ کر لاتی ہیں بڑی مشکل سے بہو کو بہو کی حیثیت میں صرف چار پانچ مہینے رہنے دیتی ہونگی۔ اُس کے بعد اُن کی خوشی صرف اس بات میں ہوتی ہے کہ وہ بہو اُن کے آگے بُرے گھر کی باندی کی طرح رہے اور ساس نند اُس پر وہ حکومت قائم کرنا چاہتی ہیں جو صرف مول لی ہوئی لونڈیوں پر ہو سکتی ہے۔ ہم نے ایک ساس کو دیکھا جو اپنی چار مہینے کی بیاہی ہوئی بہو کی نسبت اتنا گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ وہ رنگا ہوا دوپٹہ

اوڑھ سکے۔ ہر وقت بناؤ سنگار کے طعنے دیتی تھی۔ اور دن رات اُس کا دل جلاتی تھی۔
اور بہوؤں کا ذکر کیا جاتا تھا تو یہ کہ اُنکی چکی پیستی ہے۔ ڈھکی اناج چھڑتی ہے۔ فلانی کے کپڑے
بالکل مٹی کے رنگ کے رہتے ہیں۔ اور تیرا بناؤ سنگار ہی ختم نہیں ہوتا۔ لاچار مجبور ہوکر اُس غریب
نے سفید دوپٹہ اوڑھنا شروع کر دیا۔ مگر یہ امر اور بھی زیادہ غصہ کا باعث ہوا۔ ساس نے یہ سمجھا کہ
کہ یہ سفید دوپٹہ میرے بیٹے کی بدشگونی منانے کے لئے اوڑھا گیا ہے۔ غرض اُس آفت زدہ
بہو کی جان عذاب میں تھی اور کسی کل چین نہ تھا۔ ساس کی اس قسم کی بدسلوکیاں عموماً ایسی
حالت میں ہوتی ہیں جبکہ بیٹا خود کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتا بلکہ مع اپنی بیوی کے اپنے ماں
باپ کے ساتھ رہتا ہے۔ اور وہ ہی متکفل اُن کے اخراجات کے ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں
ساس کو نہایت ناگوار گذرتا ہے کہ بہو اور اُس کا نکھٹو میاں مفت کی روٹیاں کھایا کریں۔ اور
بہو کا ذرا سا آرام بھی ساس سے دیکھا نہیں جاتا۔ سو اس کا علاج بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ
جب تک کوئی ذریعۂ معاش حاصل نہ ہوجائے اُس وقت تک ہرگز ہرگز شادی نہ کی جائے
اس کی احتیاط اگر خود مرد نہ کرے تو لڑکی والوں کو تو ضرور ہی کرنی چاہئے کہ وہ اپنی لڑکی ایسے
مرد کو نہ دیں جو کوئی مستقل ذریعۂ معاش نہ رکھتا ہو۔ بعض شوہر ایسی حالتوں میں اپنی دانست
میں نہایت ہی منصفی کرتے ہیں اور اپنی غایت درجہ کی بے تعصبی ظاہر کرتے ہیں جبکہ وہ یہ کہہ
دیتے ہیں کہ یہ جھگڑے عورتوں عورتوں کے باہمی تکرار ہیں اس میں مردوں کو دخل نہیں دینا چاہئے
شوہر کی عدم مداخلت کی وجہ سے ساس نندیں اور بھی شیر ہوجاتی ہیں اور بیچاری بہو کو رات
دن ستایا جاتا ہے۔ اور یہ عدم مداخلت پرلے درجہ کی بے انصافی زوجہ کے حق میں ہوتی ہے

ان رنجشوں کو شوہر ادنےٰ توجہ سے دور کر سکتا ہے۔ بلکہ شوہر کی توجہ کی بھی ضرورت نہیں ہے
خسر جو اس خاندان میں زوجہ کے باپ کی بجا ہے وہ آسانی سے ان تمام شکائتوں کو دور کر سکتا
ہے۔ خسر کو لازم ہے کہ اپنی بی بی اور بیٹیوں کو بخوبی سمجھا دے کہ دیکھو تم نے کس چاؤ سے بہو لانے
کی خواہش ظاہر کی تھی۔ کس شوق سے اور منتیں مان مان کر قبروں پر غلاف۔ تعزیوں پر علم چڑھا
چڑھا کر بہو مانگی تھی۔ خدا نے بہو دی تو اب اُس کا یہ درجہ کرنا کہ وہ تمہاری باندی بن کر رہے
کون سی اشرافت کی بات ہے۔ کیا اگر یہی سلوک تمہاری بیٹیوں کے ساتھ ان کی سائیں
کریں تو کیا تمہارا دل ایسے سلوک سے خوش ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ پس کیوں اس مظلوم کا صبر
سمیٹتی ہو۔ خدا کے فضل سے تمہارے آگے بھی بیٹیاں ہیں غرض خسر اگر نیک خیال آدمی ہو
تو بہوؤں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ اس قسم کی رنجشوں کے مقابل میں کبھی ایک اور قسم
کی رنجشیں پیش آتی ہیں جبکہ شوہر کے والدین ذریعۂ معاش نہیں رکھتے اور بیٹا ہی کماتا ہے
اور ماں باپ اور بیوی سب کو پالتا ہے۔ ایسی حالت میں بیوی ساس کو بہت ستاتی ہے
اور اُس کو ناگوار گذرتا ہے کہ میرے شوہر کی کمائی میں اُس کے والدین بھی شریک ہوں۔ شوہر
کی عجیب ناگفتہ بہ حالت ہوتی ہے۔ اگر بیٹا اپنی کمائی ماں کے حوالہ کرتا ہے تو بیوی بگڑتی ہے اور
اگر بیوی کے حوالہ کرتا ہے تو ماں طعنے دیتی ہے کہ میں نے کس مصیبتوں سے پالا تھا۔ بڑا ہوا اور
کمانے کھانے کے قابل تو میری خدمتوں کو بھول گیا اور بیوی کا غلام ہوگیا۔ ایسی صورت میں سب
سے بہتر یہ ہے کہ شوہر خرچ اپنے ہاتھ میں رکھے۔ اور ذاتی ضرورتوں کے لئے تھوڑا بہت بیوی
اور ماں دونوں کو جُدا جُدا دے دے اور سب سے زیادہ یہ کہ اُن کو نیک نصیحت کرے اور نیک

مستورات کی صحبت میں بٹھاوے اور درستی اخلاق اور ترقی تعلیم میں کوشش کرے۔ پھر بھی کامیابی نہ ہو تو صبر کرے ؂

جس طرح شوہر کے اقارب باعث رنجش شوہر و زوجہ بنتے ہیں اسی طرح زوجہ کے والدین بھی طرح طرح کی رنجشوں کے باعث ہو جاتے ہیں۔ خصوصًا زوجہ کی والدہ یا بڑی بہن عمومًا یہ چاہتی ہیں کہ ان کی بیٹی یا بہن حد سے زیادہ گرویدہ اپنے شوہر کی نہ ہو جاوے۔ وہ ہمیشہ یہ نصیحت کرتی ہیں کہ شوہر پر اپنا دباؤ رکھو تاکہ تمہاری قدر شوہر کے دل میں زیادہ ہو۔ بیوی کا یوں کھنچنا کبھی کبھی شوہر کی طبیعت کی اصلاح کر دیتا ہے مگر بعض صورتوں میں سخت مضر بھی ہوتا ہے۔ جب کسی لڑکی کو نیک نہاد شوہر مل جاتا ہے اور پوری محبت کرتا ہے اور اپنی بیوی کو نہایت آرام سے رکھتا ہے تو وہ ضرور متوقع اس امر کا رہتا ہے کہ وہ بھی اسکے ساتھ پوری محبت کریگی اور اس کے آرام کو اپنا آرام سمجھیگی۔ ایسی حالت میں جبکہ زوجہ اپنی والدہ یا بہن کے سمجھانے بہکانے سے شوہر کے ساتھ روکھا پن برتتی ہے یا کج ادائی کرتی ہے تو ضرور شوہر کے دل میں اس کی نالائقی اور ناقدرشناسی کا نقش جمتا ہے اور وہ بھی بے التفاتی سے پیش آنے لگتا ہے۔ ایک لڑکی اپنے شوہر کو بہت چاہتی تھی۔ اور وہ شوہر حقیقت میں اس قابل تھا کہ وہ اس کو جتنا چاہتی تھوڑا تھا۔ مگر یہ امر اس لڑکی کی والدہ کو سخت ناگوار تھا چنانچہ والدہ نے جو خط اپنی بیٹی کو اس باب میں لکھا اس کی نقل ہم کو مل گئی ہے اُسے ہم یہاں درج کرتے ہیں وہو ہذا ؂

ماں کا خط بیٹی کو

برخورداری۔ مدتیں گذر گئیں کہ تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ تمہیں ذرا پروا نہیں ہے کہ میری

ماں میرے خط کے لئے کس طرح تڑپتی ہوگی۔ اچھا بیٹی آباد رہو۔ شاد رہو۔ ہمیں کچھ خیال ہے اور سوچ ہے تو تمہاری بہتری کا ہے۔ جس طرح بنی ہم نے تو اپنی تیر کرلی۔ اب جو فکر ہے تمہارا ہے۔ مگر ہم کیا اور ہماری سمجھ کیا۔ ہماری عقل اور ہمارا دماغ اور دماغ کا خون دال روٹی سے بنا ہے۔ تمہاری عقل قورمہ پلاؤ سے پیدا ہوئی ہے۔ تم ہم غریبوں کی کب سنتی ہو۔ مگر بیٹا سنو۔ اگرچہ تمہارے دل میں شوہر کے سوا اور کسی کی جگہ نہیں رہی اور اس کی امیرانہ محبت کے مقابلہ میں ہم مسکینوں کی غریبانہ محبت کس گنتی میں آسکتی ہے۔ لیکن خدا کوئی مشکل گھڑی نہ لائے۔ اگر ایسا وقت آیا تو ہمیں ہی یاد کروگی۔ اپنے اپنے ہی ہیں خواہ وہ کیسے ہی مفلس ہوں۔ اور غیر غیر ہی ہیں خواہ کیسے دولتمند ہوں۔ لڑکی چاہے تمہیں برا ہی لگے ہم تو صاف کہے دیتے ہیں کہ تمہارے میاں کی محبت ملمع کی چمک ہے جسے کچھ پائداری نہیں۔ یہ وہ لہلہاتا سبزہ ہے جس میں سانپ چھپا ہوا۔ یہ وہ شربت شیریں ہے جس میں ہلاہل ملا ہوا ہے۔ یہ وہ ریت کی چمک ہے جسے پیاسا آدمی دور سے پانی سمجھا کرتا ہے۔ بیٹا ایک بات تو تم ہماری بھی آزما دیکھو۔ تمہارے میاں تمہارے عشق کا تو اتنا دم بھرتے ہیں کہ لوگ تم کو لیلی اور ان کو مجنوں کہتے ہیں۔ مگر تم نے نہیں سنا کہ مجنوں تو لیلی کی کتیا کا بھی ادب کیا کرتا تھا کیا ہم تمہاری کتیا کا بھی درجہ نہیں رکھتے۔ تم ایک دفعہ ذرا اپنے میاں سے کہہ کر تو دیکھو کہ جہاں تمہارے اتنے بڑے بڑے خرچ لگے ہوئے ہیں میرے ماں باپ کو بھی یہاں بلالو پھر دیکھو وہ کیسے مجنوں نکلتے ہیں اور بیٹا یوں ہیں وہ بہت چالاک کیا عجب بات کو سمجھ جائیں اور فوراً رضامند بھی ہوجائیں۔ خیر اگر مجھے بلایا تو میں ماتا کے مارے

چلی تو آؤنگی مگر تیرے میاں کی کمائی کھانی مجھے حرام ہے مگر پھر ڈرتی ہوں۔ مامتا ایسی ظالم ہے کہ اس کی خاطر شائد مجھے حرام خوری نہ بننا پڑے۔ تمہیں اپنے میاں کی پاکبازی پر بڑا ناز ہے۔ مجھے تو اُن کی پاکبازی پر اتنا بھی یقین نہیں جتنی اُرد پر سفیدی۔ وہ آدمی بہت چالباز ہیں۔ تم پھولے نہیں سماتی کہ ہر وقت تم سے خلا ملا رہتا ہے۔ اور تم کو اپنے گلے کا ہار بنائے رکھتے ہیں ایک دم کو جُدا نہیں ہونے دیتے۔ جب دیکھو شیر و شکر۔ مگر اے باولی لڑکی اتنا تو سوچو کہ آخر تم چھ سات ماہ کے لئے میرے پاس رہ گئی تھیں۔ جس شخص کا یہ حال ہو کہ ایک شب بے عورت کے نہ رہ سکتا ہو ذرا سوچو وہ چھ مہینے کس طرح رہا ہوگا۔ پس یا تو تمہارے ساتھ یہ دھوم دھام کا شوق سب جھوٹا ہے یا چھ مہینے بے عورت رہنا سراسر جھوٹا ہے۔ ایک بات ضرور ہے۔ ہماری رائے میں تو اصل بات یہ ہے کہ یہ ساری خوشامدیں مہر کے معاف کرانے کی ہیں اور جہاں تو نے یہ کیا اور تو گئی گذری۔ اب کہاں تک تمہیں سمجھاوں۔ میری نصیحت کی کچھ پروا ہے تو یہ نصیحت یاد رکھو کہ سب چیزیں اعتدال کے ساتھ ٹھیک ہوتی ہیں۔ اس محبت کو محبت نہیں کہتے چھچھورپن کہتے ہیں۔ چند روز میں اپنا وقر کھو دوگی۔ ہم بھی کبھی بہو تھے۔ تمہاری بہنیں بھی شوہر رکھتی ہیں۔ مگر وہ اپنے شوہروں پر ایسی بیہودہ طرح پر دلدادہ نہیں ہیں جس طرح تم ہو۔ اس طرح پر ترچھنا تمہیں بالکل بے عزت کردیگا۔ آئندہ تم جانو۔ فقط

راقم تمہاری والدہ

بیٹی والوں کو سمجھنا چاہئے کہ کوئی امراُن کی بیٹی کے لئے اس سے زیادہ مفید نہیں

ہوسکتا کہ وہ اپنے شوہر کو پورے دل اور جان سے چاہے اور عزیز رکھے اور اُس کی محبت کی پوری قدر کرے اور دنیا میں اُس کو اپنا سب سے بڑا خیرخواہ جانے *

کبھی کبھی ان رنجشوں کا باعث یہ ہوا کرتا ہے کہ چونکہ ایک خاندان کی بیٹی کو دوسرے خاندان نے ستایا تو اگر دوسرے خاندان کی بیٹی پہلے خاندان میں بیاہی جاتی ہے تو یہ اُن کی بیٹی کو دق کرتے ہیں اور اپنی بیٹی یا عزیز کا بدلہ لیتے ہیں۔ یہ خیال نہایت کمینہ اور پاجیانہ ہے اور صرف اُن ناپاک لوگوں کا ہے جو بیوی صرف حیوانی خواہش کے لئے چاہتے ہیں ورنہ کب ممکن ہے کہ ایک بے قصور نیک سرشت بیوی کو محض اس لئے ستایا جاے کہ ان کے کسی عزیز کو دوسرے خاندان والے ستاتے ہیں *

اگر اتفاق سے امیر گھر میں کوئی لڑکی غریب گھر کی آجاتی ہے تو اُن کے فقر وفاقہ وتنگدستی کے طعنہ دے دے کر بیوی اور اُس کے ماں باپ کا دل دُکھایا جاتا ہے اور ان طعنوں سے شوہر و زوجہ میں سخت تلخی و بے لطفی پیدا ہوتی ہے مگر بیچاری عورتوں کے لئے ہر طرح مشکل ہے۔ یعنی تنگدستی کے طعنے تو خیر ایک بات ہے۔ ہم نے تو ان مظلوموں کو دولت مندی کے طعنے بھی کھاتے سُنا ہے۔ اور اُن کو دولت مندی کے طعنوں پر بھی اُتنا ہی روتے دیکھا ہے جتنا افلاس کے طعنے پر۔ ایک معزز دولت مند کی بیٹی نے جو کسی غریب گھر بیاہی گئی تھی اپنے ایک عزیز کو خط لکھا ہے۔ وہ ہمارے ہاتھ آگیا ہے اُس کو یہاں درج کرتے ہیں اس سے ظاہر ہوگا کہ لڑکیوں کے لئے امیر باپ کی بیٹی ہونا بھی مصیبت ہوجاتا ہے۔ وھو ہذا۔

ایک لڑکی کا خط:-

عزیزۂ من- میں نے ــــ کے گھر میں جو گلچھرے اُڑائے- اور جو چھوڑ پنے کئے وہ خدا کو معلوم ہیں- مگر اس اللہ کے بندے نے ٹھنڈے پیٹ کبھی گھر میں خرچ نہ دیا- رات دن مجھے امیری کا طعنہ دیتے ہیں- مجھ کمبخت نے اِس گھر اچھا کھانا- اچھا پہننا- دنیا کا تر و خشک میوہ سب ترک کر دیا کہ مجھے طعنہ نہ ملے کہ امیر زادی چٹور پن کرتی ہے- اِس پر بھی مجھے طعنے ملیں تو کیا کروں- زہر کھالوں ؎

زندگی ہیں باپ کے جب یہ مری توقیر ہے　　　بعد میں پھر دیکھئے دکھلاتی کیا تقدیر ہے

میرا دل پکا پھوڑا ہو گیا ہے بُرا سُنتے سُنتے- جفا سہتے سہتے- کئی روز سے بیمار ہوں- آج کچھ ہوش آیا ہے- میاں مرتی کو بھی گالیاں دے جاتے تھے- میں دوا نہیں پیتی تھی- میں کہتی تھی کہ میں بُری ہوں مجھے مرنے دو تو بھائی نہ وہ مجھے مرنے ہی دیتے ہیں نہ جینے ہی دیتے ہیں ؎

نہ تو نالے کی اجازت نہ فریاد کی ہے　　　گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

بھائی یہ جھیکنا آج کا نہیں- تین برس سے یعنے جب سے نکاح ہوا ہے یہ ہی رونا پڑا ہوا ہے- نکاح سے ساتویں روز ہی یہ حُکم ملا تھا کہ تم نکل جاؤ میرے گھر سے اپنے باوا کے ہاں جاؤ- بھلے مانسی سے رہنا ہے تو چپ کر کے رہو- اگر یہ پوچھا کہ کہاں جاتے ہو اور رنڈی بازی کیوں کرتے ہو یا شراب کیوں پیتے ہو تو میں تمہارے باوا کو لکھ بھیجو نگا کہ تمہاری بیٹی امیرزادی ہے میرے کام کی نہیں- گھٹنے سے لگائے بٹھا رکھو + + + غرض جو ظلم اِس خاوند کے میں نے سہے ہیں دنیا میں کسی نے نہ سہے ہونگے- تسپر میری ہی قبر میں کیڑے پڑینگے

مگر ضرور یہ کہونگی کہ جو جو ظلم وستم میں نے سے وہ قبلہ وکعبہ کی بدولت۔ وہ مجھے ناچ ناچ کر اور کود کود کر کہتے ہیں کہ ہوں! تیرے باوا کو خبر نہیں تھی؟ کیوں دیتے تھے۔ میں شرابی ہوں رنڈی باز ہوں۔ بدمعاش ہوں۔ اپنی سے کو آپ دی۔ اب بھی اِس تحفہ کو رکھ لیں۔ مجھے تیری کیا پرواہے۔ غرض کیا ظلم بیان کروں۔ دل کو سمجھاتی ہوں کہ اے دل جس طرح ہوسکے جہاں اتنی عمر تیر کی اور بھی تیر کردے۔ کسی کو حال لکھنے سے کیا فائدہ۔ کوئی تیرا رنج بانٹ تو لیگا نہیں۔ پس ؎

لازم ہے میری آہ کا شعلہ عیاں نہ ہو　　اِس طرح جل بجھوں کہ ہرگز دھواں نہ ہو

مگر پھر عزیزمن ع کہاں تک کھائیے غم کب تلک ضبطِ فغاں کیجے۔ + + + +

میں نے چار وقت سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ آج اُن کو خبر ہوئی تو ناچ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک مُنہ میں ہزار ہزار بات سُنائیں۔ بیگم صاحبہ اگر یہ ہی نخرے کرنے تھے تو آئی کیوں تھی اور ہاں یہ روٹی کیونکر کھائیں۔ اِن کو تو باوا کے گھر کے شیرمال یاد آتے ہیں۔ یہ نواب زادی تو سونے کے جھولنے جھولنا چاہتی ہے۔ ایسا تھا تو باوا کے گھر سے ایک سونے کا چھپر کھٹ لانا تھا۔ یہ یہاں روٹی کیوں کھائیگی۔ اس کی قبر میں کیڑے پڑینگے خدا اِسے خراب اور برباد کرے ایک بات ہو تو کہوں۔ ؎

طعن کے تیروں سے دل چھلنی بنادیتے ہیں وہ　　بول سکتی میں نہیں۔ لاکھوں سُنادیتے ہیں وہ

دیتے ہیں طعنہ امیری کا مجھے ہر بات میں　　غنچۂ دل کو مرے ہر دم بُجھادیتے ہیں وہ

بات وہ کرتے ہیں جو مانند نشتر کے چُبھے　　زخم دل پر اور اک چرکا لگادیتے ہیں وہ

یاد آتے ہیں انہیں باوا کے گھر کے تورمے کھاؤں گر کھانا نہیں۔ تو یہ جتا دیتے ہیں وہ

راقمہ وہی تمہاری دکھیاری بھتیجی

مسلمان مردوں کے اُس وحشیانہ طریق نے جو وہ عورتوں کے ہمراہ جائز رکھتے ہیں عیسائیوں کے دلوں میں ایک عجیب غلط خیال اسلام کی نسبت پیدا کر دیا ہے جو اُن کی تصانیف میں بھی پہنچ گیا ہے۔ عیسائیوں نے سمجھا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب کے رو سے عورتوں میں روح نہیں ہوتی۔ اِس غلطی کا منشاء و مبنی صرف یہ ہی امر ہے کہ مسلمان مردوں کا طریق عورتوں کے ہمراہ اِس قسم کا ہے جیسا انسانوں کا غیر ذی روح حیوان کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ کبھی یہ خرابیاں اِس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ بی بی بوجہ تعلیم یافتہ نہ ہونے کے صرف امور خانہ داری کے انتظام اور پیدائش اولاد کا ذریعہ ہوتی ہے یعنے وہ خدمتگار اور مادہ حیوان سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتی اور تعلیم یافتہ شخص کی روحانی خواہشوں کے پورا کرنے اور خوش خیال رفیق بننے کے قابل نہیں ہوتی لاچار مرد ازدواج ثانی یا فسق فجور کی طرف مائل ہوتا ہے اور دونوں سے بہت بُرے بُرے نتائج اور تکلیفیں پیدا ہوتی ہیں اور تمام عمر عجب کلفت میں گذرتی ہے۔ مگر سب سے زیادہ ان خرابیوں کا موجب یہ ہوتا ہے کہ نکاحِ مروجہ کے رو سے بی بی حسب خواہش و پسند خاطر نہیں ملتی اور فریقین ازدواج طوطی را با زاغے در قفس کردند کا مصداق بنتے ہیں۔ کوئی مصیبت زدہ صبر کے ساتھ اپنی پرآشوب زندگی کو جوں توں کر کے تیر کر دیتا ہے۔ کوئی تیز مزاج اپنے گھروں میں کسبیاں ڈال کر اپنے اُن ناعاقبت اندیش بزرگوں کو جنھوں نے اُس کو بلا مرضی آفت میں پھنسایا دائمی سزا دل آزاری کا دیتا ہے۔ اُن سب آفات کی روک اُن اصلاحات

سے ہوسکتی ہے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ مگر بعض لوگ یہ راے رکھتے ہیں کہ عورت کو عام طور پر گو کچھ حقوق حاصل ہوں مگر بیوی بن جانے کے بعد وہ ایک طرح کی مملوک بن جاتی ہے اور اس لئے وہ گوارا نہیں کرتے کہ بعد نکاح اُس کے ساتھ طریق مساوات مرعی رکھا جاے۔ اس قسم کے لوگوں میں یہ بات نہایت شرم کی شمار ہوتی ہے کہ عورت کو ہمسری کا رتبہ دیا جاے بلکہ جو لوگ اپنی بیبیوں کے ساتھ درجہ مساوات برتتے ہیں اور اُنکو ہر طرح پر اپنی برابر آرام دیتے ہیں اُن کو وہ طرح طرح کے حقیر ناموں مثلاً "جورو سے دبنے والے" اور "جورو کے غلام" سے یاد کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص بی بی پر حاکمانہ رعب داب نہیں رکھتا یا جس کی طرز گفتگو میں اتنا اثر نہیں کہ اُس کو سُن کر بی بی تھرا اُٹھے وہ مرد ہی کیا ہے۔ میں نے ایک نہایت معزز شریف مسلمان کو دیکھا جن کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ اپنے گھر میں جاتے تو ہمیشہ کسی جھوٹی سچی بات پر کسی نوکر وغیرہ پر خوب خفا ہولیتے اور بکتے اور جھڑکیاں دیتے ہوئے گھر میں چلے جاتے اِس سے اُن کی غرض یہ تھی کہ اُن کا غضبناک انداز دیکھ کر گھر کی عورتیں سب خوف زدہ ہو جائیں۔ ایک اور معزز عہدہ دار کا گھر میں جانے کا طریق یہ تھا کہ وہ کبھی گھر میں ہنس کر کسی سے بات نہ کرتے تھے۔ اور بہت مختصر بات چیت کرتے تھے تاکہ اُن کے رعب میں کمی نہ آجاے۔ وہ کھانا کھانے کے سوا اور کسی وقت گھر میں نہیں جاتے تھے۔ جب وہ گھر میں جاتے تھے تو سب عورتیں اپنے اپنے قرینہ پر مودبانہ خاموش بیٹھ جاتی تھیں۔ اُن کی بی بی اور بیٹیوں کی مجال نہ تھی کہ اُن سے کسی شے کا سوال کریں خواہ وہ کیسا ہی واجبی ہو۔ اُن کی ہر حاجت کا پورا ہونا انہیں سرپرست خاندان کی خود مختارانہ خوشی پر تھا جن کا وہ اکثر

بیرحمی سے استعمال کرتے تھے۔

اس طبقہ کے بعض لوگ ایک نہایت شرمناک تمیز قائم کیا کرتے ہیں یعنے وہ اپنے لئے عمدہ نفیس کھانا علیحدہ تیار کرواتے ہیں اور عورتوں کے لئے ادنےٰ درجہ کا علیحدہ تیار ہوتا ہے۔ بعض لوگ اپنی بیبیوں اور لڑکیوں کو پوشاک اپنی حیثیت کے لحاظ سے ایسی ذلیل پہناتے ہیں کہ اُس بیحد خست کے چھپانے کے لئے اُنہیں ایک اور جابرانہ قاعدہ باندھنا پڑتا ہے کہ وہ کہیں برادری میں نکلنے نہ پائیں اور نہ برادری کی کوئی عورت اُن کے گھر آنے پائے۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ غربا میں نکاح کا اصول یہ ہے کہ روٹی ٹکرہ کا آرام ہوجاے اور تسلیم کیا ہے کہ اس طبقہ میں یہ اصول قابل اعتراض نہیں۔ مگر اس طبقہ کے مرد جب تعلیم میں کوشش کرکے یا اور اسباب سے ترقی حاصل کرکے اپنے سے اعلےٰ طبقہ میں پہنچ جاتے اور عزت میں برتری اور مال میں فراخی اور وسائل معاش میں وسعت حاصل کرلیتے ہیں تو عموماً یہ دستور ہے کہ وہ اپنی ان ترقیوں کی متناسب ترقی مستورات کی حالت میں نہیں کرتے۔ اُن کی غریبانہ و مفلسانہ حالت اُسی طرح غیر متغیر و غیر مستبدل رہتی ہے۔ تعلیم کے درجوں اور فضیلت کے اسناد اور عہدہ کی عزت سے جو کچھ تہذیب و شائستگی حاصل ہوتی ہے اور طریق معاشرت میں جو جو آرام پیدا ہوتے ہیں اور خوراک و لباس میں جو جو لطافت و نفاست اختیار کی جاتی ہے اُس کی سرحد زنانے مکان کی دہلیز ہے۔ میں ایک موسم گرما میں ایک نہایت معزز و متمول رئیس کے گھرانے میں مہمان ہوا۔ جون کا مہینا تھا اور اس قدر غیر معمولی شدت سے گرمی پڑتی تھی کہ بڈھے آدمی کہتے تھے کہ سالہا سال سے کے بعد ایسی گرمی ہوئی ہے۔ مجھے نہایت

تکلف سے میرے میزبان دوست نے ایک نہایت آرام کے وسیع کمرے میں جو اُس موسم میں خاندان
کے کل مردوں کا خوابگاہ تھا اُتارا۔ کمرہ کو سرد رکھنے کے جس قدر سامان تھے سب موجود تھے۔
پنکھا قلی پنکھے کھینچتے تھے۔ خس کی ٹٹیاں لگی ہوئی تھیں اور سقے اُن کو ذری ذری سی دیر میں
چھڑکتے تھے۔ کمرہ کی چھت بھی نہایت بلند تھی مگر ہم لوگ مارے گرمی کے سخت بے چین تھے۔
مجھے اُس وقت نہایت جستجو اس امر کے معلوم کرنے کی ہوئی کہ ایسی حالت میں ستورات کے آرام کا
کیا سامان کیا گیا ہے۔ مجھے اِس امر کے معلوم ہونے سے سخت تکلیف پہنچی کہ بیچاری بے زبان
عورتوں کے لئے جن کی گود میں معصوم بچے بھی ہیں کھجور کے پنکھوں کے سوا اور کوئی سامانِ راحت
نہیں ہے۔ پنکھے بھی آدمیوں کی تعداد کی برابر نہیں تھے بلکہ کم ہونے کی وجہ سے باری باری
استعمال میں آتے تھے۔ دوپہر کے وقت دیوانخانہ میں برف منگائی گئی اور سب نے پانی ٹھنڈا
کر کر کے پیا۔ باوجود تمام انتظام اخفا کے اُس برف کی خبر گھر میں بھی جا پہنچی اور چند بچے
بلف بلف کہتے دوڑے آئے۔ اُن بچوں کو نہایت سرد مہری کے ساتھ بہکا پھسلا کر گھر میں
واپس بھیجا۔ تیسرے پہر کو وہ برف بہت پگل گئی اور جس کپڑے میں وہ لپٹی ہوئی تھی وہ
بالکل بھیگ گیا۔ اِس پر صاحبِ خانہ نے نوکر کو حکم دیا کہ اِس کو گھر میں بھیج دو۔ مگر اے ناظرین
اِس لئے نہیں کہ اُسے عورتیں اور بچے پی لیں۔ بلکہ اِس لئے کہ خشک کپڑے میں لپیٹ کر
دیوانخانہ میں واپس بھیجیں۔ جو تکلیف میرے دل کو پہنچی تھی وہ اِس شرمناک بیرحمی سے ایسی
دردناک ہوگئی کہ مجھے وہاں قیام کی زیادہ تر برداشت نہ ہوسکی۔ میں نہیں جانتا کہ جن کی
پیاری بہنیں۔ اور دلسوز بیبیاں اور لختِ جگر بیٹیاں شدت کی گرمی میں منکوں کا معمولی

پاتی ہیں اُن نیزہ منشوں کی حلق سے برف کا پانی کس طرح اُترتا ہے اور جن کے بخت جگر گرمی سے تڑپیں اُن کا کلیجہ اپنی تن رسائی سے کس طرح ٹھنڈا ہوتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ بعض ذکی الطبع اپنے وحشیانہ سلوک کی تائید میں یونانی حکمت پیش کریں جس کے رو سے عورات کا مزاج طبعاً بارد واقع ہوا ہے اور شائد یہ برودت سخت سے سخت گرمی کے مقابلہ کے لئے کافی سمجھی جاوے۔ گو یہ رکیک جواب لطیفہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا مگر پھر اس امر کا کیا جواب ہوگا کہ جب وہ جاڑے میں خود بانات اور کشمیرے اور مالیدہ اور پٹو پہنتے ہیں اُن بارد مزاج مخلوق کو جو جاڑے میں اور بھی اشد البرودت ہوجاتی ہونگی اپنے سے گرم کپڑا کیوں نہیں پہناتے۔ بہت شاذ و نادر خاندان ہونگے جن میں بھائی اور بہنوں۔ باپ اور بیٹیوں اور شوہر اور بیبیوں کا ایک قسم کے گرم کپڑے کا لباس ہوتا ہو۔ دیہات وقصبات میں ماہ پوہ کے جاڑے میں بھی عورتوں کے لباس میں صرف اس قدر ترمیم ہوتی ہے کہ چھینٹ کے کرتوں کے نیچے ململ کا استر لگا کر اُن کو دوہرا کردیتے ہیں۔ پاجامہ معمولی چھینٹ کا اکہرا رہتا ہے اور صبح شام دولائی یا رضائی اوڑھ کر چارپایوں پر اسباب کے پوٹ بن کر بیٹھ جاتی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس قسم کے سلوک وحشیانہ اور خلاف انسانیت ومروت نہیں ہیں اور کیا اس سے بڑھ کر نالائقی تصور میں آسکتی ہے۔ ہمارا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ جن بیچارہ آفت زدوں کو مقدور نہیں ہے وہ عورتوں کی جڑاول کے لئے مقروض بنیں بلکہ ہم صرف اتنا جتلانا چاہتے ہیں کہ ہر ایک ذی مقدور صاحب استطاعت باپ جو بیٹا اور بیٹی رکھتا ہے وہ خود سوچے کہ ہر جاڑہ کے لباس میں وہ بیٹے اور بیٹی دونوں پر یکساں خرچ کرتا

ہے۔ کیا اس وجہ سے کہ لڑکیاں گھر میں چھپی رہنے والی ہیں اور شریعت کے پردہ کو توڑ کر اُن کا لباس بھی داخل پردہ کر دیا گیا ہے یہ بدسلوکیاں اور بیرحمیاں مدعیانِ ہمدردی کے کانوں تک نہ پہنچائی جائینگی۔ کیا اس وجہ سے کہ اُن کی زبان کو داخل پردہ کرکے انہیں بے زبان کر دیا گیا ہے اُن کی فریاد کی شنوائی نہ ہو سکیگی؟

ان تمام خرابیوں کا علاج مردوں میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا پھیلانا اور اُن میں نیک خیالات کا پیدا کرنا ہے۔ عورتوں کے حقوق قائم نہیں ہو سکتے اور اُن کی حفاظت نہیں ہو سکتی اور اُن کی حفاظت نہیں کی جا سکتی اور جو ظالمانہ بدسلوکیاں اُن کے ساتھ کی جاتی ہیں وہ رک نہیں سکتیں اور اُن میں ادنے ترین درجہ کی تعلیم ذرا بھی ترقی نہیں پا سکتی تاوقتیکہ مردوں میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم نہ پھیلائی جاے اور اُس تعلیم کے ذریعہ سے ان امور کی ضرورت اُن کو ذہن نشین نہ ہو جاے اور نہ صرف یہ تعلیم ہی کافی ہوگی بلکہ اُس کے ساتھ ساتھ اعلےٰ اخلاقی تربیت اور نیک صحبت کی ضرورت ہے جو اُن کے دلوں کو سچائی اور نیک دلی کے سانچہ میں ڈھال دے۔ جس سے اُن کے دل پاکیزہ خیالات اور نیک جذبات کے ساتھ ایسی مناسبت پیدا کرلیں کہ وہ اُس کے آرام وخوشی کے ضروری شرط بن جائیں۔ جب تک اس قسم کی تعلیم سے ہماری قوم کے مردوں میں روشن دماغی اور نیک تربیت سے اُن کے دلوں میں خداترسی پیدا نہ ہوگی کیا ممکن ہے کہ یہ ہماری چند سطور اُن کے صفحۂ دل پر کوئی گہرا نقش بنا سکیں اور اُن کی طبیعتوں کی ماہیت کو بدل سکیں ہمارے ان اوراق کو اگر کوئی پڑھنے والے ہونگے تو وہ ہی جن کو اعلےٰ تعلیم اور نیک تربیت نے اُس انقلاب

کے لئے جس کی ہم نے تجویز کی ہے مستعد کر دیا ہے۔ ساتھ ہی اس کے ہم ضرور سمجھتے ہیں کہ جن لوگوں پر عورات کی تمدنی حالت میں انقلاب پیدا کرنے کی ضرورت روشن ہو گئی ہے وہ منتظر نہ رہیں کہ اور لوگ بھی اُن کے ہم آہنگ ہوں تب وہ اپنے یقین و وثوق پر کاربند ہوں بلکہ چند نیک اور پاکیزہ خیال والوں کے عمل خود اپنا قدرتی اثر دیکھنے والوں کے دلوں پر کرینگے اور اُن کو بھی اسی طریق عمل کا گرویدہ بنائینگے۔ مگر ہاں ازبس ضرور ہے کہ جن لوگوں پر عورات کی تمدنی حالت کو شریعت کی راہ پر لانے کی ضرورت اور موجودہ گمراہی کی بیحد مضرت واضح ہو چکی ہے اُن لوگوں کو اپنے باہمی اتفاق رائے سے اپنی جمعیت کو قوی اور موثر بنانا چاہئے اور اپنے اوضاع و اطوار اور چلن کو شریعت محمّدی کا اعلےٰ نمونہ بنانا چاہئے جو اور لوگوں کی تقلید کے لئے عمدہ مثال ہو۔ انسان کو کسی کام کے کرنے اور کسی کام کو ترک کرنے پر نیک مثال سے زیادہ کوئی شے ترغیب دینے والی نہیں۔ بجائے اِس کے کہ کسی نیک کام کے فائدے دلائل سے ثابت کرو اور طول طویل تقریریں کرو اور لوگوں کو اُس کے اختیار کرنے پر مائل کرو تم خود اُس پر عمل کرو اور دنیا کو دکھلاؤ کہ احکام شرعی کی ٹھیک متابعت سے کیا کیا دینی اور دنیاوی فائدے تم کو حاصل ہوئے اور لوگ خود تمہاری پیروی کرینگے۔ کس شخص نے ریل پر سوار ہونے کے فائدوں کو دلائل سے ثابت کیا تھا کہ تمام خلقت اُس پر سوار ہوتی ہے؟ کس شخص نے بجائے دیسی کپڑے کے انگریزی کپڑا پہننے کی ضرورت پر تقریر کر کے لوگوں کو سمجھایا تھا کہ خاکروب تک انگریزی کپڑا پہنتے ہیں؟ لوگوں نے ریل پر سوار ہونے والوں کو منزل مقصود پر جلد پہنچتے دیکھا

اور وہ بھی سوار ہونے لگے۔ انگریزی کپڑا پہننے میں کفائت پائی اور وہ انگریزی کپڑا پہننے لگے۔ اسی طرح جب وہ طریق شرعی کی متابعت میں لوگوں کو خوش حال اور شادماں پائینگے وہ خود پیروی کرنے پر راغب ہونگے ؛

مگر اُن خرابیوں کے سواجن کی روک کے لئے ہماری اوپر کی نرم تدابیر کا اختیار کرنا کافی ہوگا بعض نالائق مردوں کی ایسی کمینہ حرکات اور ایسے بیدردی کے سلوک ہیں کہ اُن کے انسداد کے لئے ہم گورنمنٹ کی مداخلت مناسب سمجھتے ہیں۔ ہم نے بہت سے سفید پوشوں کو جو سرشتہ داری اور تحصیلداری کا معزز رتبہ رکھتے ہیں جن کی معقول آمدنیاں ہیں اور متعدد خادم ہیں اپنی بیبیوں اور بہو بیٹیوں سے چرخہ کتواتے اور دھان کٹواتے اور چکی پسواتے دیکھا ہے۔ اِس سے کم معزز سفید پوشوں کو جو اپنی شرافت و نجابت کے ثبوت میں گز گز بھر لمبے شجرے رکھتے ہیں دیکھا ہے کہ ذرا ذرا سی بات اور ادنے ادنے رنجش پر اپنی بیبیوں کو چوٹی پکڑ کر گھسیٹتے اور آئے دن جوتیوں سے پیٹتے ہیں۔ ہانڈی میں نمک تیز ہوگیا ہے اور بی بی کو مغلظ گالیاں دی جا رہی ہیں۔ کپڑے سینے میں ذرا جھول رہ گیا ہے اور بیچاری اُس شریف نما بدمعاش کی لاتیں کھا رہی ہے۔ سیکڑوں عفیفہ بیبیاں اور اشراف زادیاں جن کو دوسری ادنے درجہ کی عورتوں کے روبرو جوتیوں کی مار پڑتی اور چوٹی پکڑ کر گھسیٹا جاتا ہے جن کو خفیف جرم پر فاقہ کی سنگین سزا دی جاتی ہے وہ برادری میں مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہتیں۔ کوئی ہمدرد و غمخوار اُن کی دلجوئی نہیں کرتا۔ کسی کو مجال نہیں کہ اُس خود مختارانہ حکومت میں جو ملک کے رواج نے چار دیواری کے اندر

ہر شخص کو دے رکھی ہے دخل دے۔ غرض بہتیری اشراف زادیاں رنج وغم میں گھل گھل کر مدقوق و مسلول ہو کر طعمۂ اجل ہوتی ہیں۔ بہتیری نازک مزاج جو عمر بھر کا جلاپا سہنے کی طاقت نہیں رکھتیں افیون کھا کر یا سنکھیا کھا کر اس پر آفات زندگی کا خاتمہ کرتی ہیں کوئی اس بیباکی اور جرأت سے جو بیحد سختی و ظلم سے بزدل سے بزدل انسان میں پیدا ہو جاتی ہے کنوؤں میں کود پڑتی ہیں ؎

ایک ہمارے نہایت لائق دوست ہیں جو علم کے لحاظ سے فاضل مولوی۔ تہذیب کے لحاظ سے نیچری۔ عزت کے لحاظ سے وکیل۔ اور ہمارے جانی دوست۔ مگر وہ خدا کا بندہ بیوی کے حق میں ایسا ظالم ایسا نالائق ایسا بیدرد جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ خدا کا شکر ہے کہ اُن کی مظلوم بیوی ہمیشہ کے لئے اُن سے چھوٹ گئی اور ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں شریروں کی شرارت اور ستمگاروں کے ستم کی رسائی نہیں۔ ہمارے دوست کا گھر اُس مسکین سے آباد نہ ہوا تو اُس نے قبر کے کونے کو جا آباد کیا ؎

ہمارے اُس دوست کا بیان ہے کہ جب کھانا بدمزہ پکا کرتا تھا تو اُس کے لئے دو سزائیں مقرر تھیں۔ شدید سزا یہ تھی کہ جلتی لکڑی چولھے میں سے نکال کر اُس سے اُس مظلوم کو زد و کوب کرتے تھے۔ دوسری خفیف سزا یہ تھی کہ دوپٹہ سر سے اُتار کر اور چوٹی پکڑ کر تمام دیگچی کا شوروا اُس کے سر پر بہا دیا جاتا تھا۔ اور اُس مظلوم نے ان تمام شدائد پر مرتے دم تک اُف نہیں کی۔ کبھی شوہر کو سخت کیا نرم بھی جواب نہیں دیا ؎

ظالم شوہر کو حقہ کا بہت شوق تھا۔ اور وہ عاجز بڑے شوق سے اُس بیدرد کو حقے

بھر بھر کے پلایا کرتی تھی۔ رنجوں اور مصیبتوں نے اُس کا پھیپھڑا چھلنی کر دیا اور وہ شدید دِق و سِل ہوئی۔ موت سے پہلے سب طاقتوں نے جواب دے دیا اور اُس کا شوہر جو ہمیشہ اُس کو ستانے اور دل دُکھانے پر کمربستہ رہتا تھا آخر انسان کا بچہ تھا۔ دل نرما گیا۔ اور ارادہ کیا کہ اِس چلتے مہمان کی کچھ خاطر کروں۔ رات کو پٹی کے نیچے بیٹھا تیمارداری کیا کرتا تھا کہتے ہیں کہ جب وہ حقہ بھرتا تھا تو یہ بیارِ غم بیچین ہو جاتی تھی اور اصرار کرتی تھی کہ مجھے نیچے اُتار دو۔ بصد مشکل نیچے اُتاری جاتی۔ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے حقہ بھرتی تھی اور کہتی تھی کہ جب تک دم میں دم ہے میں اپنی آنکھوں کے روبرو آپ کو یہ تکلیف نہ کرنے دونگی آخر جب تیل ختم ہو چکا اُس مظلوم کا چراغِ حیات بجھ گیا۔

ایک ہمارے عزیز ہیں جن کے ناپاک استقلال کا کیا ذکر کیا جاے۔ اُن کی بیوی نے اُن کی والدہ کا کوئی کہنا نہ مانا تھا۔ اِس پر اُنہوں نے عہد کر لیا کہ میں کبھی تم سے نہ بولونگا۔ اُس کی پُر آشوب زندگی کو بھی سِل نے ختم کیا۔ وہ چونکہ ہمارے عزیز تھے اور خُرد تھے اور اُن کی اِس نالائقی پر ہمیں بہت رنج ہوا ہم نے اُنہیں ایک خط لکھا تھا جس کی نقل یہ ہے :۔

ہمارا خط ایک عزیز کو

ظالم و بیدرد بھائی۔ تمہیں بے انتہا قلق ہو رہا ہوگا کہ آخر قضا و قدر نے تمہارے مشقِ ستم کا خاتمہ کر دیا۔ اب تمہارے جفا گر ہاتھ کس کے دل و جگر میں ہر روز کچوکے دیا کرینگے۔ اور اب کس بیگناہ کو ستا کر اپنا دل خوش کیا کرو گے اور کس بے تقصیر کا خون پیا کرو گے۔

میں نے سُنا ہے کہ تم اُس مسافر چند ساعت کو بستر مرگ پر چھوڑ کر چلے گئے۔ ہاے بیدرد۔

حیف ہے تمہاری انسانیت پر۔ میں نے سُنا ہے کہ پُرانے زمانے میں جادوگر اور ڈائن ہوتی
تھیں جو انسان کا کلیجہ کھا جاتی تھیں مگر پھیپھڑے کا کھا جانے والا انسان تو ہماری بدنصیب
آنکھوں نے خود دیکھ لیا۔ موت و زندگی کا اختیار اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ
ایک لحظہ کے لئے مجھے یہ اختیار دے اور قلب ماہیت کی قدرت بخش دے تو سب سے
اول میرا یہ کام ہو کہ میں تمہاری بی بی کو زندہ کروں۔ اور اُس کو مرد بنا کر شوہر بناؤں اور تم کو
اُس کی بیوی اور یہ حُکم دوں کہ وہ پچاس جوتے صبح اور پچاس جوتے شام تا زندگی تمہارے
سر پر لگایا کرے۔

اے ناخدا ترس تجھ کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ اُس مسافر سے آخری ساعت میں اپنی
تقصیریں معاف کراتا اور اُس وداعی وقت میں ہی اُس کی دلداری کرتا۔ اور اپنا مغرور سر
اُس کے ناتوان قدموں پر رکھ دیتا۔ اے ظالم یہ خونِ بیگناہ رائگاں نہ جائیگا۔ ہوشیار رہ۔
اور جلد تلافی کر۔ اُس کی قبر پر جا۔ اور جس کو عمر بھر پیار نہ کیا اب اُس کی خاک کو چوم اور
آنسوؤں سے تر کر اور بقیہ عمر رونے اور توبہ کرنے میں بسر کر مگر کیا توبہ قبول ہوگی بغیر اِس کے
کہ اپنی خود بین آنکھوں میں اُنگلیاں ڈال کر ڈیلے نکال ڈالے۔ اور اپنے بیدرد دل میں
خنجر مار کر خودکشی کرلے۔ میں اپنی کیا کہوں۔ رنج و غم سے میری حالت خراب اور دل
بیتاب ہے۔ اِس حالت میں میں نے اگر کچھ سخت کہا ہو تو معاف کرنا۔ والسلام فقط

تمہارا دل افگار بھائی ممتاز علی

کیا مظلوم مخلوق پر یہ ظلم و بیداد ہوگی اور ادنے ادنے نالائق پاجیوں کی تنگ مزاجیاں

سیکڑوں بیگناہ لڑکیوں کا خون کرینگی اور چاردیواری کے پردہ میں عاجز بیکس بے وارث عورتوں کے سروں پر جوتیاں ماری جائینگی اور تمام تعلیم یافتہ خلقت خاموش رہیگی؟ کیا ان ستم رسیدوں کی صدائے الم واضعانِ قانون کے کانوں تک نہ پہنچیگی؟ کیا قانون انصاف عورتوں کے ستی ہونے کو جو گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے جلنے کا عذاب تھا موقوف کرکے عورتوں کے عمر بھر کے جلاپے کو قائم رکھیگا؟ ہم صاف کہتے ہیں کہ رحملی اور انسانیت اور عقل اور انصاف اور سب سے زیادہ شریعت سب کا اتفاق ہے کہ ایسے پاجیوں کی پردہ گاہوں کو حکماً توڑا جاوے *

گورنمنٹ کو ان امور میں دخل دینے کے وہ ہی وجوہات ہیں جن کے روسے رسم ستی موقوف کی گئی اور قانون رضامندی منظور کیا گیا۔ باقی رہا یہ کہ وہ مداخلت کس طرح کی جاوے اُس کی نسبت ہماری یہ درخواست ہے کہ مجلس واضعانِ قوانین ایک قانون بمراد انسداد اُن خرابیوں کے جو ناموافقت زوجین کی وجہ سے ظہور میں آتی ہیں منظور کرے اور اُس ایکٹ کا نام ایکٹ خلع عورات اہل اسلام ہند رکھا جاوے۔ اس ایکٹ کے روسے اس امر کے ثبوت پر کہ شوہر زوجہ کے ساتھ نامعقول سلوک کرتا ہے یا اس امر کے ثبوت پر کہ بوقت نکاح عورت کی آزادانہ رضامندی حاصل نہیں کی گئی تھی برطبق درخواست زوجہ اُس کے حق میں ڈگری خلع باداے حق مہر جو شوہر نے ادا کیا ہو صادر کی جاوے۔ خلع کا حکم اہل اسلام کی جملہ کتب فقہ میں موجود ہے۔ اور ملک عرب میں برابر اس پر عمل ہوتا ہے پس مسلمانوں کی عورتوں کو ایسے فقہی حکم کی حفاظت سے محروم کر دینا ایسا ظلم نہیں ہے جو

لوگوں کا ظلم شمار ہو بلکہ گورنمنٹ کا ظلم سمجھا جاتا ہے۔ مذہب اسلام کے رو سے خلع کا اختیار بذریعہ قاضی عمل میں آتا ہے۔ چونکہ کل اختیارات فوجداری جو اہل اسلام کی حکومت میں بذریعہ قاضی عمل میں آتے تھے وہ اب گورنمنٹ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اس لئے گورنمنٹ کو اختیار خلع بھی جس سے ہزارہا بدسلوکیوں کا انسداد ہو جائیگا اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے۔ ہمیں امید ہے کہ گورنمنٹ جو عورات ہند کی درستی حالت کے لئے بہت کوشش کر رہی ہے اس امر پر غور فرمائیگی اور وہ اُن حقوق کو زندہ کرنا جو شریعت اسلام نے عورات کو عطا کئے ہیں سب سے عمدہ ذریعہ اُن کی اصلاح کا سمجھیگی۔

قبل اس کے کہ ہم معاشرت زوجین کی فصل ختم کریں چند امور ایسے بیان کرنے چاہتے ہیں جن کی نگہداشت سے شوہر و زوجہ میں محبت بڑھنے اور رنجشیں پیدا نہ ہونے کی بہت توقع ہے۔ شوہر اگر امور ذیل کا لحاظ رکھیگا تو غالب قیاس یہ ہے کہ بیوی ہمیشہ خوش رہیگی اور اُن کا گھر رنجشوں سے محفوظ رہیگا۔

(۱) اپنی حیثیت کے موافق پوشاک اور زیور میں کوتاہی نہ کرے۔ عموماً مستورات مردوں کی نسبت زیادہ کفایت شعار ہوتی ہیں۔ وہ کبھی اپنے شوہروں کا قرض دار ہونا یا اُن کے مال میں اسراف پسند نہیں کرتیں۔ اُن کی درخواست زیور وغیرہ کی نسبت ایسی صورتوں میں ہوتی ہے جب شوہر بدرویہ ہوتا ہے اور بیجا اسراف کرتا رہتا ہے اور خاص بیوی کے اخراجات میں کفایت شعار بن جاتا ہے۔

(۲) جو روپیہ پیسہ خرچ کے لئے بیوی کو دیا جاتا ہے اُس کے حساب طلب کرنے میں

تشدد ہرگز نہیں چاہئے خصوصًا ایسے شبہات سے کہ میری بیوی اپنے بھائی بندوں کو کچھ دیتی ہے بہت احتراز کرے یہ شبہے بہت بے لطفی پیدا کرتے ہیں ۔

(۳) عورات کے چال چلن کی نسبت ہمیشہ بدظن رہنا بہت ہی بُری عادت ہے جسنے شوہر کا دل بھی جلتا رہتا ہے اور بیوی کا بھی۔ ذرا ذراسی بات پر شبہ کرنا تو بہت بڑی بات ہے جناب رسول خدا کا یہ دستور تھا اور اوروں کو بھی یہ ہی فہمائش تھی کہ جب تم سفر سے آؤ تو یکایک گھر میں مت آو۔ بلکہ اپنے پہنچنے کی اطلاع کرکے آؤ۔ اور نیز فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کی جاسوسی مت کرتے رہو۔ میاں بیوی کی رنجشوں کا بہت ساحصہ اس بدظنی سے پیدا ہوتا ہے ۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا طال احدکم الغیبۃ فلا یطرق اھلہ لیلا۔ بخاری

(۴) محبت ووفاداری کا امتحان نہ کرے۔ بعض مرد اپنی بیویوں کا طرح طرح سے امتحان کرتے ہیں مثلاً کہا کہ مجھے اس طرح ایک غیر معمولی خرچ پیش آگیا ہے تم اپنا زیور دو تو میں رہن رکھ کر روپیہ لے لوں۔ اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ دیکھیں بیوی ہماری ضرورت کا کہاں تک خیال رکھتی ہے اور ہماری تکلیف کا دور کرنا زیور پہننے پر مقدم رکھتی ہے یا نہیں۔ اس قسم کی آزمائشیں ہرگز مناسب نہیں نہ مرد کو عورت کے ساتھ نہ عورت کو مرد کے ساتھ۔ ہمیشہ حسن ظنی سے کام لینا چاہئے ۔

(۵) میاں بیوی میں اگر اتفاقًا کوئی ناچاقی پیدا ہو جاوے اور شوہر بیوی پر خفا ہو یا غصہ کے الفاظ سے کام لے تو اس بات کا خیال چاہئے کہ خادمہ یا دیگر مستورات کے سامنے اس طرح

نہ کیا جاوے بلکہ تنہائی میں جو چاہے کہے۔ سب کے روبرو کہنے سے بیوی کی وقعت میں فرق آتا ہے اور اُس کو اپنے چشموں میں خفت اُٹھانی پڑتی ہے جس کا اُس کو ہمیشہ رنج رہتا ہے ⁕

(۶) گھر میں جو مامائیں یا انائیں ملازم ہوتی ہیں اُن سے آرام یا تکلیف خود مستورات کو ہی زیادہ پہنچتی ہے وہ گھر کی بیوی کے ہاتھ پانو ہوتے ہیں جن سے وہ کام لے کر اپنے شوہر کو آرام پہنچاتی ہیں۔ پس کسی خادمہ کے رکھنے یا موقوف کرنے پر مرد کو کوئی اصرار مناسب نہیں ہے۔ کسی خاص خادمہ کی طرفداری کرنے سے بیوی کو ضرور کچھ نہ کچھ شبہ شوہر پر ہوتا ہے جس کا پیدا ہونا اچھا نہیں ہے۔ ایسی عورتیں شاذ و نادر ہیں کہ شوہر پر ایسی بدظنی سے بچیں۔ یہ بدظنی کی عادت خود مردوں کے چال چلن نے پیدا کی ہے جس کا خمیازہ کچھ زمانہ تک ہمکو صبر سے بُھگتنا چاہئے ⁕

(۷) ایک بڑا بھاری سبب ناموافقت زوجین کا یہ ہوتا ہے کہ شوہر و زوجہ اپنے اپنے اقربا کے ساتھ تعلق اعتدال سے نہیں رکھتے اور بلکہ رکھنا بھی نہیں چاہتے۔ مثلاً بیوی چاہتی ہے کہ شوہر اپنے سب عزیزوں کو میری خاطر چھوڑ دے۔ اسی طرح شوہر چاہتا ہے کہ بیوی جو کچھ دل میں محبت رکھتی ہے سب مجھ پر خرچ کرے۔ اِس کے دل میں کسی دوسرے کی جگہ نہ ہو۔ مگر یہ خواہشیں ناجائز اور خلاف فطرت ہیں۔ ہر شخص کا ہر عزیز کے ساتھ جُدا جُدا تعلق اور جُدا جُدا حقوق ہیں اور وہ تلف نہیں کئے جاسکتے۔ اس کا امتحان زوجین اپنی اپنی حالت میں خود کرلیں۔ مثلاً بیوی اگر اپنی نند سے ناراض ہے اور یہ چاہتی ہے کہ شوہر اپنی ہمشیرہ سے قطع تعلق کر دے تو اُس کو سوچنا چاہئے کہ اگر ایسی ہی فرمائش شوہر مجھ سے کرے تو کیا میں

اپنی بہن کو چھوڑ دونگی۔ اگر وہ اپنی بہن کو نہیں چھوڑ سکتی تو شوہر اپنی بہن کو کس طرح چھوڑ دیگا۔ یہ اصول تقریباً سب جگہ کام آتا ہے اور اگر فریقین نزاع اس بات کو مدنظر رکھا کریں کہ جو بات ہم دوسروں سے چاہتے ہیں اگر ایسی ہی حالت میں وہ ہم سے یہ بات چاہیں تو ہم بھی منظور کر سکتے ہیں یا نہیں تو کوئی نزاع طول نہ پکڑے اور ہر رنجش کا باآسانی فیصلہ ہوجایا کرے ❖

(۸) شوہر و زوجہ میں کسی امر یا عادت کی ناپسندیدگی پر جو رنجش پیدا ہوتی ہے تو بعض اوقات مرد یہ کہہ اُٹھتا ہے کہ اگر ہم ایسے تھے تو تم نے ہم سے نکاح ہی کیوں قبول کیا تھا۔ اور اسی طرح عورت کہہ دیتی ہے کہ مجھ سے کیوں نکاح کیا تھا میں نے کب آپ کی منت کی تھی کسی اور اچھی عورت سے نکاح کیا ہوتا۔ یہ طعن نہایت غیر مہذب اور نہایت گنواری بات ہے۔ میاں بیوی میں ایسے طعنے ہرگز درمیان میں نہیں آنے چاہئیں۔ ایسے میاں بیوی ملنے مشکل ہیں جن کے مزاج میں ذرا بھی اختلاف نہ ہو۔ جب خوب چھان بین کر کے بھی نکاح کیا جاتا ہے تو اتنی بات حاصل ہوتی ہے کہ جو اہم صفات شوہر کو مطلوب ہوتی ہیں اُس صفات کی بیوی مل جاتی ہے اور اسی طرح جو اہم صفات زوجہ کو مطلوب ہوتی ہیں اُن صفات کا شوہر مل جاتا ہے۔ مگر ان مطلوبہ صفات کے ملنے پر بھی بہت سی صفات ایسی ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کو پسند نہیں ہوتیں۔ اُن کی نسبت یہ امید کر لی جاتی ہے کہ چونکہ اصول مزاج میں اتفاق ہے اس لئے یہ جزوی اختلاف کچھ عرصہ بعد مزاج شناسی ہونے پر دور ہو جائینگے۔ لیکن جب یہ اختلاف دور نہیں ہوتے تب کبھی کبھی خفیف سا ملال پیدا ہو جایا کرتا ہے جس پر یہ کہنا کہ ہم ایسے تھے تو نکاح کیوں کیا نہایت ہی بیہودہ اور رذیلانہ جواب ہے ❖

(۹) اگر شوہر ایسا ہو کہ اُس کی پہلی بیوی مر گئی ہو اور اب ازدواج ثانی کیا ہو تو اُس کو لازم ہے کہ اپنی زوجہ ثانی کے روبرو اپنی پہلی زوجہ کی تعریف کبھی نہ کرے زوجہ ثانی کو زوجۂ اول کی تعریف سُننا ہمیشہ ناگوار ہوتا ہے۔ شائد شوہر کی خاطر سے سُن کر چُپ ہو رہیں لیکن ہم نے یہ تو کبھی نہیں پایا کہ زوجۂ ثانی باوجود جاننے اس بات کے کہ زوجۂ اول اچھے اوصاف کی عورت تھی کبھی اپنے مُنہ سے اُس کی تعریف کرے۔ ہم امتی تو کس شمار میں ہیں یہ ہی جھیکنا سرور عالم کی ازواج مطہرات میں پڑا رہتا تھا۔ حضرت خدیجہ کی دردمندانہ خدمتگذاری اور دلی محبت اس درجہ کی تھی کہ جناب رسول خدا اُس کو بھول نہ سکتے تھے اور ہمیشہ احسانمندی کے ساتھ اُس کو یاد کیا کرتے تھے۔ مگر جناب حضرت عائشہ صدیقہ حضرت خدیجہ کی تعریف سُن کر جل بُھن جاتی تھیں اور کہتیں کہ آپ اُس بڑھیل کی کیا تعریف کیا کرتے ہیں جس کے مُنہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ عورتوں میں ان خیالات کا ہونا تعجب کی بات نہیں۔ نہ محلِ شکایت۔ مردوں کو اپنے نفس پر غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ کسی بیوہ سے ازدواج کریں اور وہ شوہر جدید کے روبرو شوہر اول کی تعریف کرے تو کیا مرد کو یہ بات پسندیدہ معلوم ہوگی؟ پس شوہر کو زوجہ اور زوجہ کو شوہر کے خیالات کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے۔ نکاح کے بعد شوہر و زوجہ کی زندگی اس قسم کی ہو جاتی ہے کہ اُس کو آرام سے گذارنے کے لئے دونوں میں سے ہر ایک کی خوشی لازم و ملزوم ہوتی ہے۔ لیکن زمانہ کے ڈھنگ اور ملک کے رواج نے کچھ ایسی اُفتاد ڈالی ہے کہ عورت کے ناخوش ہونے سے شوہر کو اس قدر تکلیف نہیں پہنچتی جس قدر شوہر کے ناخوش ہونے سے زوجہ کو پہنچتی ہیں۔

اس کی وجہ ظاہر ہے - مردوں نے بے غیرتی اور بے شرمی اختیار کرکے اپنے دل خوش کرنے کے ایسے ناپاک ذریعے پیدا کر لئے ہیں جن کو نیک سرشت عورتیں خواہ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اُٹھائیں اختیار نہیں کر سکتیں - ہم نے اس رسالہ میں مستورات کے جن حقوق پر زور دیا ہے اس کو تسلیم کرنے والے اور خدا سے ڈر کر بیویوں کی حق رسی کرنے والے بہت کم نکلینگے اِس لئے اِس زمانِ بے انصافی اور خود پسندی میں مستورات کو ہرگز صلاح نہیں دیتے کہ وہ ان حقوق پر خود زور دیں بلکہ وہ اپنے صبر پر قائم رہیں اور یقین کریں کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے - ہم مستورات کے لئے چند ہدایات لکھتے ہیں اگر وہ اُن پر کاربند ہونگی تو امید ہے کہ اپنے شوہروں کی نظر میں محبت اور الفت کی جگہ پائینگی - اور وہ اشارات ایسے ہیں جن کو سلف سے آج تک سب نے تسلیم کیا ہے - اور اکثر اُن کی خلاف ورزی ہی باعث رنجش شوہر ہوتی ہے - چنانچہ وہ ہدایات یہ ہیں :-

بیویوں کے لئے چند ہدایات

حدیث میں آیا ہے کہ نکاح ایک طرح کا لونڈی ہونا ہوتا ہے اور ایک اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اگر میں کسی کو یہ حکم کرتا کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ شوہر کو سجدہ کرے - ایک اور حدیث میں ہے کہ ایما امراۃ ماتت و زوجہا عنہا راضی دخلت الجنۃ - کہ جو عورت ایسے حال میں مرے کہ اُس کا شوہر اُس سے ہر طرح پر خوش ہو وہ جنت میں داخل ہوگی - اِن احادیث سے بیویوں پر شوہروں کے تین بڑے

حقوق ثابت ہوتے ہیں اوّل اطاعت و فرمانبرداری جو اس درجہ کی ہونی چاہئے جس قدر کوئی کنیز اپنے آقا کی کرتی ہے۔ دوم تعظیم و ادب جو اس قدر ہونا چاہئے جس قدر خاوند حقیقی کا ہوتا ہے۔ سوم رضامند و خوش رکھنا اپنے شوہر کو جو ایسا درجہ ثواب کا رکھتا ہے کہ اس کے عوض جنت ملتی ہے۔ پس ہر بیوی کو اپنے شوہر کی فرمانبرداری اور تعظیم اور محبت میں اعلےٰ درجہ کی سعی کرنی چاہئے۔ اب ہم ان تینوں امور کی کسی قدر تشریح کرتے ہیں اور ان تینوں امور میں سے جو اور شاخیں نکلتی ہیں اُن کا بھی مختصر سا بیان کئے دیتے ہیں*

اوّل فرمانبرداری۔ اس کی تمثیل میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص سفر کو گیا اور بی بی سے کہہ گیا کہ بالاخانہ سے نیچے مت اُترنا۔ اور اُس عورت کا باپ نیچے رہتا تھا۔ اتفاقاً وہ بیمار ہوا۔ اُس عورت نے آنحضرت کی خدمت میں اجازت لینے کے لئے آدمی بھیجا کہ اپنے باپ کے پاس اُتروں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر۔ اُس کا باپ مرگیا۔ پھر اُس نے اُترنے کی اجازت چاہی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کر۔ غرض اُس کا باپ دفن ہوگیا اور وہ نہ اُتری۔ آنحضرت نے کہلا بھیجا کہ اطاعت شوہر کے عوض خدا تعالےٰ نے تیرے باپ کی مغفرت فرمائی*

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک جوان عورت آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا شوہر کا حق عورت پر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پانوٴ تک پیپ ہو اور عورت اُس کو چاٹے تب بھی اُس کا پورا شکر ادا نہ کرسکیگی۔ یہ حکایات امام حجۃ الاسلام نے لکھی ہیں جو اُن کی چشمدید نہیں ہیں۔ لیکن ہم نے خود ایک مصیبت زدہ

لڑکی دیکھی ہے جس کی پیاری ماں حالتِ نزع میں تھی اور بیٹی کے گھر کے بہت قریب رہتی تھی اور شوہر کی ممانعت کی وجہ سے وہ ماں کو دیکھنے نہ گئی۔ تھوڑی دیر میں اُس کی ماں مرگئی۔ اور اُس بدنصیب لڑکی نے کہلا بھیجا کہ مجھے آنے کی اجازت نہیں ہے مگر تم میری ماں کا جنازہ میرے دروازہ کے آگے سے لے جانا کہ میں اُس مسافر کو گذرتا دیکھ لوں۔ مگر اُس شمر منش شوہر نے جنازہ کے دیکھنے کی بھی اجازت نہ دی۔ جنازہ گھر کے آگے سے گذرا شور و فغاں گھر میں پہنچا۔ جسم کو قابو میں رکھا۔ ضبط کو کام میں لائی اور اپنی جگہ سے نہ سرکی مگر دل اور آنکھیں قابو میں نہ رہیں۔ چند آنسو اُس تقصیروار کی آنکھوں سے نکل ہی پڑے۔ اِس پر اُس سفاک نے اُس مظلوم کو اِس بیدردی سے پیٹا کہ اب کہ چھ برس اس واقعہ کو ہو چکے ہیں نشاناتِ ضرب اُس مظلوم کے جسم پر نمایاں ہیں مگر اے مظلوم لڑکی تحسین ہے تیری اطاعت شوہری پر اور مرحبا تیری تربیت پر اور تیری تربیت کرنے والوں پر کہ تو نے ایک کلمہ برابری کا اُس ظالم کے حق میں حاضر و غائب کبھی نہ نکالا۔ ہم زمین پر تیری تحسین کرتے ہیں اور ملائک آسمان پر کرتے ہونگے۔ ایسے زبون اتفاقات شاذ و نادر پیش آتے ہیں۔ لیکن شوہر کی اطاعت بہرحال ضروری اور عورت کی بہتری کا سب سے عمدہ ذریعہ ہے۔ جن گھروں میں ناچاقیاں دیکھی جاتی ہیں وہاں عموماً اطاعت شوہر کی کمی پائی جاتی ہے۔ اس زمانہ کی بعض تعلیم یافتہ لڑکیاں اطاعت احکام شوہر کا دعوے کرتی ہیں مگر اُس کے ساتھ معقول کی قید لگاتی ہیں۔ یعنے صرف اُن احکام کی اطاعت کرنے کا اقرار کرتی ہیں جو معقول ہوں۔ لیکن اگر پوچھا جاوے کہ کس کی رائے میں معقول ہوں تو ضرور یہی جواب دینگی

کہ ہماری اپنی رائے ہیں۔ اندریں صورت یہ تعمیل احکام شوہر نہ ہوئی بلکہ اپنے دل کی خوشی
کا کام ہوا۔ کہ اچھا لگا مانا۔ نہ اچھا لگا نہ مانا۔ پس اصل فرمانبرداری وہ ہے کہ شوہر کے حکم کو بغیر
چون وچرا کے دلی خوشی کے ساتھ تسلیم کرے اور اگر اُس حکم کی خوشی میں بیوی کی دلی خوشی
نہ بھی ہو تب بھی اپنی ناخوشی کا اظہار کر کے شوہر کے دل کو میلا نہ کرے۔ بہت سی بیویاں
اپنے شوہر کے احکام کی تعمیل تو کرتی ہیں لیکن نہایت بیدلی کے ساتھ وہ اپنی صورت اور وضع
اور آواز وغیرہ سے ایسا ظاہر کرتی ہیں کہ اُنہیں نہایت رنج ہے۔ کبھی کبھی وہ کئی کئی وقت
کھانا نہیں کھاتیں۔ کبھی اپنا غصہ یوں ظاہر کرتی ہیں کہ بچوں کو ناحق پیٹنے لگتی ہیں۔ کبھی
خدمتگاروں پر غضب نازل ہوتا ہے۔ کبھی سر میں درد اور کراہنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ سب
باتیں شوہر کو نہایت رنج دیتی ہیں اور چند دفعہ اس طرح کے ہونے سے رفتہ رفتہ اُس کے
دل میں فرق آجاتا ہے۔ شوہر کو خوش کرنے کا ذریعہ سب سے عمدہ یہ ہی ہے کہ آنکھیں بند کر کے
اُس کے حکم کی تعمیل بسر وچشم کرے۔ اور اگر اُس کے بجالانے میں کوئی عذر ہو تو وقت مناسب
پر جب شوہر کو اپنی طرف متوجہ پائے نہایت مناسب طور پر ظاہر کرے۔ شوہر کی اطاعت
کی تاکید اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ اللہ تعالےٰ نے اجازت دی ہے کہ اگر کسی عورت کا
شوہر بدمزاج ہے اور وہ کھانے کے نمک تیز یا پھیکا ہونے پر تکرار کرتا ہے تو وہ عورت
فرض روزہ میں نمک چکھ لیا کرے۔ گویا خدا کی نظر میں روزہ فرض کا مکروہ ہو جانا بُرا نہیں لیکن
بدمزاج شوہر کا ناخوش ہونا منظور نہیں۔ اور نفل روزہ اور نماز میں تو یہ صاف فرمایا گیا ہے
کہ بلا اجازت شوہر یہ عبادت قبول ہی نہیں ہوتی ◆

دوم ادب و تعظیم۔ جسکی اطاعت کا اس قدر تاکید سے حکم دیا گیا اُس کی تعظیم کی کیا حد و نہایت ہو سکتی ہے۔ گویا خاوند مجازی نمونہ قرار دیا گیا ہے خاوند حقیقی کا عورتوں کو اپنی ہر بات اور حرکات میں اس کا نہایت لحاظ رکھنا چاہئے۔ یہ سچ ہے کہ باوجود تمام تر کوشش کے میاں بیوی میں جزوی باتوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے لیکن اُس کے اظہار میں کمال ادب کو کام میں لانا چاہئے۔ مثلاً اگر شوہر نے کوئی بات ایسی کہی جس کو عورت صحیح نہیں سمجھتی۔ تو عورت کو یوں کہنا ہرگز مناسب نہیں کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ آپ کا فرمانا بسر و چشم مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آیا۔ یا یہ کہ میں تعمیل کو حاضر ہوں لیکن کہیں یہ قباحت پیدا نہ ہو۔ یا یہ کہ اس کی بجائے یوں ہو تو کیسا ہے۔ ہم نے ایک تعلیم یافتہ لڑکی کو دیکھا ہے کہ جب وہ اپنے شوہر سے اختلاف کرتی تھی اور اُس کا شوہر اُس کی وجہ دریافت کرتا تو وہ کہتی کہ میں آپ کی زباں درازی کا کیا جواب دوں۔ اس سے زیادہ نامعقول اور شوہر کو آزردہ کرنے والی حرکت بیوی کی اور خصوصاً تعلیم یافتہ کی کیا ہو سکتی ہے۔ بعض بیویوں کا ایک اور دستور ہے۔ وہ اپنے شوہر کا یوں تو ہر حال میں ادب کرتی ہیں مگر جب اُن کے ہاں کوئی اور بیبیاں آجاتی ہیں تو وہ اُن کے روبرو شوہر سے کسی قدر شوخی سے گفتگو کرتی ہیں تاکہ اور بیبیاں دیکھیں کہ ہم نے اپنے شوہر کو کس قدر اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔ یہ نہایت ہی نالائق عادت ہے۔ نیک بیبیوں کو بالکل اس کے برعکس طریق اختیار کرنا چاہئے۔ یعنے معمولی حالات میں گو شوہر کی تعظیم میں کچھ کوتاہی ہو جاتی ہو تو ہو مگر اور لوگوں کے روبرو تعظیم میں جس قدر مبالغہ ہو تھوڑا ہے۔ لڑکی کے لئے یہ بہت نیکنامی اور سعادتمندی ہے

کہ وہ اپنے شوہر کی عزت کرنے میں اور تابعدار ہونے میں مشہور ہو نہ یہ کہ شوہر کو اپنا تابعدار بنانے میں مشہور ہو۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عورت جس قدر اپنے شوہر کی تابعداری کریگی اُسی قدر اُس کے دل میں اُسکی جگہ ہوگی اور وہ خود بیوی کا تابعدار بنتا جائیگا۔ پس شوہر کی تسخیر کا اصل عمل یہ ہے کہ دل وجان سے اُس کی فرمانبردار بنے۔

سوم محبت۔ یہ پہلے دو وصفوں سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ بیوی وہی ہے جس کے محبت بھرے الفاظ شوہر کے دل سے دنیا کی کدورتوں اور کلفتوں کا غبار زائل کرتے ہیں اور اُس کے متفکر دل سے تشویش ہٹا کے شگفتگی بخشتے ہیں۔ ضرور ہے کہ عورت کی تمام حرکات سکنات محبت والفت شوہری سے لبریز ہوں۔ ایک بزرگ نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت جو نصیحت اُس کو کی تھی وہ نہایت دلچسپ ہے اس نے کہا کہ "بیٹی جس گھر میں تو پیدا ہوئی تھی اُس سے اب تو نکلتی ہے۔ ایسے بستر پر جاتی ہے جس سے تو واقف نہ تھی۔ ایسے آدمی کے پاس رہیگی جس سے پہلے سے الفت نہ تھی۔ تو بیٹی تو اس کی زمین بننا وہ تیرا آسمان بنیگا۔ تو اُس کے آرام کا خیال رکھنا وہ تیرا دل آرام بنیگا۔ تو اُس کی لونڈی ہونا وہ ازخود تیرا غلام بنیگا۔ اپنی طرف سے اُس کے پاس مت جانا کہ وہ تجھ سے نفرت کرے اور نہ اُس سے دور ہونا کہ تجھ کو بھول جاے۔ بلکہ اگر وہ تیرے پاس آے تو اُس کے قریب ہونا۔ اور اگر علیحدہ رہے تو دور رہنا اُس کے ناک کان آنکھ سب کا ادب کرنا اس طرح سے کہ تجھ سے بجز خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے۔ اُس کے کان جب سُنیں تب اچھی بات سُنیں۔ اُس کی آنکھیں جب دیکھیں تب اچھی بات دیکھیں"

اس خالص اور بے غرضانہ محبت کا اس زمانہ کی عورتوں میں وجود نہیں۔ اُن کی محبت والفت کا تھرما میٹر زیور اور لباس ہے۔ جتنی یہ چیزیں بڑھتی ہیں اُتنا ہی محبت کا درجہ بڑھتا ہے۔ جتنی ان میں کمی ہو محبت والفت بھی گھٹتی جاتی ہے۔ کہنے کو تو عورتیں کہہ دینگی کہ نہیں نہیں ہمیں شوہر سے نہایت سچی الفت ہے اور شوہر کے ہوتے کسی چیز کا ہمیں مطلق خیال نہیں لیکن وہ دل میں سوچیں کہ جب اُن کی کوئی ادنےٰ سی فرمائش پوری نہیں کی جاتی تو اُن کی طبیعت کی کیا حالت ہوتی ہے +

محبت ایسا وسیع وصف ہے جس میں متعدد اوصاف بیوی کے شامل ہو جاتے ہیں یعنے وہ جملہ اوصاف جو محبت پر مبنی ہیں مثلاً :-

(۱) عورت کا فرض ہے کہ جب سے وہ شوہر کے گھر آئے وہ اُس کے خصائل وعادات سے واقفیت اور مزاج شناسی حاصل کرے۔ وہ خوب دھیان سے دیکھے کہ وہ کن کن امور کو پسند کرتا ہے۔ کن کن سے ناخوش ہوتا ہے۔ پھر دیکھے کہ میری عادت اپنے شوہر سے کن کن باتوں میں ملتی ہے اور کن کن باتوں میں نہیں ملتی۔ غرض شوہر کی خوشی کی باتیں معلوم کرکے اُن کو اپنا دستور العمل ٹھیرائے۔ بعض شوہر اپنی بیوی کا لحاظ کرکے اُن کی عادات پر نکتہ چینی نہیں کرتے۔ لیکن اَور گھروں کی عورتوں کے حالات بیان کرنے میں کسی بات کو اچھا بتاتے ہیں اور کسی بات کو بُرا۔ شوہر کے ایسے اشارات کو ہدایات سمجھنا چاہیئے شوہر جس عورت کی تعریف کرے تو معلوم کرنا چاہیئے کہ کس وصف کی وجہ سے اُس کی تعریف کی جاتی ہے پھر اُس وصف کو اپنے آپ میں پیدا کرنا چاہیئے +

(۲) محبت کا مقتضاء رازداری بھی ہے۔ بیوی کو چاہئے کہ اپنے شوہر کے رازوں کو بغیر اُس کی اجازت کے کبھی افشا نہ کرے۔ شوہر کے راز کو افشاء کرنا نہایت بُری عادت ہے اور بعض اوقات اس سے شوہر کے دل میں ایسی بُرائی بیٹھ جاتی ہے کہ عمر بھر نہیں جاتی۔ بعض بیویاں یوں تو افشاء راز نہیں کرتیں لیکن اگر کسی بات پر ناچاقی ہوجائے تو وہ سب کے روبرو کہدیتی ہیں کہ فلاں بات یوں نہ تھی؟ اور شوہر کو اس طرح کا کہہ دینا سخت ناگوار گذرتا ہے۔ ایسی حالت میں سخت ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس طرح کے افشاء سے بعض دفعہ نہایت خطرناک اور لاعلاج خرابیاں پیدا ہوجایا کرتی ہیں اور پھر تمام عمر اُن کا تدارک نہیں ہوسکتا۔

(۳) خانہ داری۔ کیا بمقتضائے محبت اور کیا بلحاظ اصل فرض زوجہ خانہ داری وہ چیز ہے جس سے عورت کے جملہ اوصاف کا امتحان ہوتا ہے۔

خانہ داری میں زیادہ تر یہ امور داخل ہیں:-

(۱) کھانا پکانے کا اعلےٰ درجہ کا سلیقہ ہونا

(۲) سینا پرونا ہر قسم کا

(۳) ہر چیز کو اپنے موقعہٴ مناسب پر رکھنا

(۴) ہر چیز کو اُجلا اور صاف رکھنا

(۵) ہر بات میں کفایت شعاری مدنظر رکھنا

کھانا پکانے کی نسبت صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ ہدایت صرف اُن مستورات کے

لئے ہی نہیں ہے جو بوجہ عدم استطاعت ماما نہیں رکھ سکتیں۔ بلکہ امیر سے امیر گھر کی بہو بیٹی بغیر اس ہنر کے سلیقہ مند شمار نہیں ہوتی۔ اُن کو اس قسم کا کمال حاصل ہونا چاہئے کہ ماماؤں کی ہر غلطی کو پکڑ سکیں اور اصلاحِ مناسب کرسکیں۔ اور یہ ہی بات سینے پرونے کی نسبت سمجھنی چاہئے۔

ہر چیز کو موقعہ پر رکھنا یہ ایسا وصف ہے کہ تمام گھر کی زیبائش اور خود اپنی آرائش اسی سلیقہ پر منحصر ہے۔ اور اسی طرح ہر چیز کے اُجلے اور صاف رکھنے کی نسبت سمجھنا چاہئے جن عورتوں کو اچھا کھانا پکانا نہیں آتا اور مہمانوں وغیرہ کے آنے پر اُن کے شوہروں کو اور لوگوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے یا جو سینے پرونے کا سلیقہ نہیں رکھتیں یا جن کے گھر میں ہر چیز بے قرینہ پڑی پائی جاتی ہے۔ یا ہر چیز میلی دیکھی جاتی ہے اُن کے صفائی پسند شوہر ہمیشہ اُن سے ناراض رہتے ہیں۔ کفایت شعاری کی نسبت کسی قدر تشریح ضرور ہے۔ خرچ کے باب میں اس قسم کا اعتدال چاہئے کہ نہ تو اسراف ہو جاے اور نہ بخل و کنجوسی کے درجہ کو پہنچ جاے۔ میانہ روی عمدہ چیز ہے۔

عموماً عورتوں میں ریس کی بُری عادت ہوتی ہے۔ جب اُن کے ہاں کوئی عورت ملنے آتی ہے تو جو نیا لباس یا زیور اُس کے پاس دیکھتی ہیں اُس کی فرمائش اپنے شوہر سے کرتی ہیں۔ یہ بھی خیال نہیں کرتیں کہ جن عورتوں کے پاس فلانی چیز دیکھی ہے اُن کے پاس بہت سی وہ چیزیں نہیں ہیں جو ہمارے پاس ہیں۔ نہ اُس چیز کے شوق میں شوہر کے اخراجات کا خیال کرتی ہیں۔ سب سے مقدم یہ امر ہے کہ عاقبت اندیشی

اختیار کی جاے۔ زندگی موت کا اعتبار نہیں۔ بیماری صحت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے ہر حال میں ایسا طریق اختیار کرنا چاہئے کہ جو آمدنی شوہر کی ہو اُس کا ایک حصہ خاص پس انداز ہوتا رہے کہ وقت ضرورت کے کام آئے۔ بعض بیبیاں اصل سرمایہ اور آمدنی میں فرق نہ کرکے یہ کہنے لگتی ہیں کہ اس قدر تو سرمایہ ہے حالانکہ آمدنی واقعی بہت ہی کم ہوتی ہے۔ پس خرچ کا اندازہ آمدنی سے کرنا چاہئے نہ کہ سرمایہ سے۔ بیبیوں کو خیال کرنا چاہئے کہ اُن کا شوہر کس محنت اور تکلیف سے روپیہ کماتا ہے۔ جس تکلیف سے وہ اُس روپیہ کو پیدا کرتا ہے اُسی دردمندی کے ساتھ اُس کو خرچ کرنا چاہئے۔ بجا اور بے جا خرچ کی شناخت کے لئے یہ اصول مقرر کرنا چاہئے کہ جب کوئی چیز بنوانی یا خریدنی کرنے کا ارادہ ہو اُس وقت یہ دیکھا جاے کہ اگر یہ چیز گھر میں نہ ہو تو کچھ ہرج یا قباحت ہے یا نہیں۔ اگر کوئی ہرج یا قباحت نہ ہو تو جانو کہ یہ چیز فضول ہے اور روپیہ کو ایسے فضول طور پر ضایع کرنے سے بچانا چاہئے۔ اِس زمانہ میں آرام طلبی اور عیش پسندی کے سامان زیادہ ہوتے جاتے ہیں جن کی حقیقت میں کوئی ضرورت نہیں ہوتی پس اُن کے طلب میں ہرگز نہیں پڑنا چاہئے۔ بیوی کو کفایت شعاری کے لحاظ سے ہر چیز کا حساب رکھنا چاہئے اور خصوصاً خاص اپنے اخراجات کا اور شوہر کے اخراجات کا تاکہ اُس کو ہمیشہ یہ بات یاد رہے کہ خاص میری ذات کے لئے کس قدر خرچ کی ضرورت ہے اور اُس میں بغیر اشد ضرورت کے اور زیادتی نہ ہو اور یہ بھی خیال رہے کہ عمدہ سے عمدہ انتظام کر لینا آسان ہے لیکن کمانا بہت مشکل ہے۔ پس انتظام کرنے والے کے اخراجات کمانے والے کے اخراجات سے

زیادہ نہیں ہونے چاہئیں - یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح اپنی حیثیت
اصلی سے اُتر کر گھٹیا طریق زندگی اختیار کرنا خِسّت اور کنجوسی کہلاتا ہے اسی طرح اپنی حیثیت
سے بڑھ کر بڑے آدمیوں کی رِیس کرنا اور اُن کا سا لباس اور طریق معاشرت اختیار کرنا
اوچھا پن کہلاتا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لوگ گو سامنے کچھ نہ کہیں لیکن پیٹھ پیچھے ضرور
ہنستے ہیں- ہماری قوم کے شرفا کے دستور کے موافق متوسط اور اعلےٰ درجہ کے لوگوں کا
اور اُن کی مستورات کا باہم مِلنا مِلانا ایک عام بات ہے - دس روپیہ کا محرر ڈپٹی کلکٹر سے
مِلتا ہے اور اِسی طرح اُن کی بیویاں بھی باہم مِلتی جُلتی ہیں- اب اگر ایک ادنے محرر کی
بیوی ایسے عہدہ داروں کی بیویوں کی رِیس کرنے لگے تو قطع اس کے کہ وہ اپنے شوہر کے
لئے بلائے جان بننا چاہتی ہے وہ اپنی جگ ہنسائی کرواتی ہے ۔

زمانہ کی مُسرفانہ وضع اور فضول خرچی کے فیشن نے یہ حال کر رکھا ہے کہ متوسط الحال
شریف لوگ جو لٹھہ اور نین سُکھ پہنتے ہیں وہ ہی لباس بھنگی پہننے لگے ہیں- شرفا میں اتنی
استطاعت نہیں کہ اُن سے تمیز قائم کرنے کے لئے اپنے لئے زیادہ بیش بہا اور فاخرہ
لباس پہنیں- پس اپنی حیثیت جانچنے میں یہ غلطی کبھی نہیں ہونی چاہئے کہ جب فُلانی
عورت جس کا شوہر ہمارے شوہر کی نسبت کم استطاعت رکھتا ہے ایسا لباس و زیور
رکھتی ہے تو ہم اُس سے زیادہ یا اُس کی برابر کیوں نہ رکھیں ۔

خانہ داری کے متعلق سب سے ضروری اور سب سے مقدم یہ امر ہے کہ شوہر کے
لئے جس کی ذات پر کُل گھر کا آرام منحصر ہے عمدہ مفید صحت اور مقوی غذا کا انتظام کرے

اِس زمانہ میں کہ دماغی محنتیں بڑھتی جاتی ہیں اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے اس ضروری فرض کو ترک کرتی ہے تو گویا وہ اپنے شوہر کو خود جان بُوجھ کر مارتی ہے۔ تعلیم یافتہ شخصوں کی اشتہائیں اِس زمانہ میں عموماً بگڑی ہوتی ہیں اُن کے لئے ایسی غذا کی ضرورت ہے جو مقدار میں کم اور غذائیت میں زیادہ ہو۔ اور تھوڑے تھوڑے اوقات معینہ کے بعد مثلاً دن میں تین یا چار دفعہ ملنی چاہئے۔ ہر بیوی کو اپنے شوہر کے مزاج سے اس باب میں پوری آگاہی حاصل کر کے اُس پر نہایت پابندی کے ساتھ کاربند ہونا چاہئے +

خانہ داری کے متعلق ملازموں کا انتظام بھی ہے۔ جن لوگوں کو خدا نے ملازم رکھنے کی استطاعت دی ہے اُن کی اہلخانہ کو چاہئے کہ جو ملازم رکھیں اُس کی دیانتداری اور نیک چلنی کا خوب اطمینان کرلیں۔ نوکروں کے باب میں بعض خانہ داریوں میں یہ جھگڑا اُٹھا کرتا ہے کہ کسی خاص خادمہ یا خادم کو بیوی رکھنا چاہتی ہے مگر شوہر کسی وجہ سے رکھنا نہیں چاہتا۔ یا شوہر رکھنا چاہتا ہے مگر بیوی رکھنا نہیں چاہتی۔ یہ امر بعض دفعہ سخت رنجش کا موجب ہوتا ہے۔ بیوی کو چاہئے کہ شوہر کی رضامندی کو مقدم سمجھے۔ اگر بیوی شوہر کی رضامندی کے خلاف کسی نوکر کو رکھتی ہے تو گویا وہ علاً یہ ظاہر کرتی ہے کہ اُس نوکر کی دلجوئی شوہر کی دلجوئی سے زیادہ ضروری ہے۔ جس سے شوہر کی عزت و ادب سب کو سخت صدمہ پہنچتا ہے بلکہ شوہر کی نظر جس ملازم سے ذرا پھری ہوئی پائی جائے تو فوراً شوہر سے دریافت کرنا چاہئے کہ آیا اس کے رکھنے میں آپ کی ناخوشی تو نہیں ہے +

ایک اور خفیف سا امر ہے جس کی طرف اگر وقت پر توجہ نہ کی جاے تو سخت رنجش تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعضے وقت شوہر بیوی کو کسی کام کے لئے کہتا ہے اور وہ سُستی سے یا غفلت سے یا کسی اور وجہ سے اُس کام کی سرانجام دہی میں دیر کر دیتی ہے تو شوہر اُس کام کو جو حقیقت میں عورتوں کے ہی کرنے کا ہوتا ہے مثلاً بچوں کا مُنہ ہاتھ دھونا یا کپڑے بدلوانا اپنے ہاتھ سے کرنے لگتا ہے۔ اور اُس سے یہ جتلانا مقصود ہوتا ہے کہ چونکہ بیوی نے اِس کام کو نہیں کیا ہے اس لئے لاچار اُس کو خود کرنا پڑا ہے۔ یا خود کرنے کی بجاے وہ کسی اور عزیز سے اُس کام کو کرواتا ہے۔ اس قسم کے معاملے ابتدا میں بہت چھوٹی سی بات ہوتے ہیں بیوی کو لازم ہے کہ اگر کوئی کام جو خود اُس کے اپنے کرنے کا ہے اپنے شوہر کو کرتا دیکھے خواہ اُس نے اُس کے لئے بیوی کو کہا ہو یا نہ تو اُس سے نہایت معذرت کے ساتھ لے لے اور کہے کہ جب میں موجود ہوں تو آپ خود کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ یا اگر شوہر اس سے پہلے اُس کے کرنے کے لئے کہہ چکا ہے تو عذر کرنا چاہئے کہ میں بھول گئی تھی یا مجھے خیال نہ رہا تھا ورنہ میں کیوں اس کام کو نہ کرتی۔ لیکن اگر بیوی اس ذرا سے معاملہ پر سکوت کریگی یا شوہر کے اس طرح کام کرنے کو اُس کا شوقیہ کام سمجھ لیگی تو یہ اُس کی سخت غلطی ہوگی۔ اور شوہر کے دل میں کدورت اور رنج بڑھانے کا باعث ہوگی ؛

شوہر و زوجہ کے درمیان رنجش کی وجہ زوجہ کے تعلیم یافتہ ہونے کی حالت میں کبھی یہ بھی ہوتی ہے کہ زوجہ کسی خفیہ پتہ پر اپنے عزیزوں سے خط و کتابت رکھتی ہے

جس سے شوہر کو طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ شوہر و زوجہ کا رشتہ اتحاد اور آپس کے پورے اعتماد کا ہے۔ اس حالت میں زوجہ کو کوئی خط و کتابت بلا اجازت و علم شوہر نہیں کرنی چاہئے۔ اور سب سے بہتر انتظام یہ ہے کہ زوجہ ہمیشہ اپنے خطوط کھُلے لفافہ میں شوہر کے حوالہ کرے۔ لیکن اگر بدقسمتی سے آپس میں اس قدر اتحاد و اعتماد نہ ہو تب شوہر کو بھی ہرگز زوجہ کے خطوط کے دیکھنے کے درپے نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ اُس کی زوجہ کسی اَور خفیہ پتہ پر خط و کتابت کریگی جو زیادہ بدنامی کا موجب ہے پس شوہر کو ایسے حالات میں اپنے طریق عمل سے یقین دلا دینا چاہئے کہ وہ اُس کے خطوط کے دیکھنے کے درپے نہیں ہے۔ اور بیوی کی اس بے اعتمادی پر صبر کرے +

سب سے اخیر نصیحت یہ ہے کہ ان فرائض میں سے اگر کچھ کوتاہی ہو جاے مثلاً ترک ادب۔ یا ترک اطاعت۔ یا کوئی امر خلاف محبت تو بیوی کو لازم ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے شوہر سے اُس فروگذاشت کی بابت معذرت طلب کرے۔ اگر کوئی کلمہ ارادتاً یا سہواً یا غصہ میں مُنہ سے خلاف شان شوہر نکلا ہو اور شوہر باوجود اُس کے خوش نظر آتا ہو تو اُس کی خوشی پر پھولنا نہیں چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ اُس کلمہ کی نسبت جب تک تم معذرت نہ کروگی شوہر کے دل میں ضرور کھٹکتا رہیگا۔ معذرت کے طلب کرنے میں کبھی شرم نہیں کرنی چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ شرم ایسی مضر نہیں ہے جیسا شوہر کے دل میں کسی رنجش کا جاگزین رہنا بعض عورتیں جو بہت ہوشیار

ہوتی ہیں ایک اور طریق معذرت کا اختیار کرتی ہیں کبھی تو وہ یہ کرتی ہیں کہ شوہر کو غصہ میں جو چاہیں کہ لیتی ہیں۔ پھر اُس کی معذرت تو طلب نہیں کرتیں لیکن اور ذرا ذرا سی نکمی بات پر یہ کہتی رہتی ہیں کہ اگر اس میں کچھ گستاخی ہو تو معاف فرمانا تاکہ شوہر یہ سمجھے کہ وہ بات جو گستاخی کی کہی گئی تھی محض ناسمجھی سے کہی گئی تھی کیونکہ اگر ناسمجھی نہ ہوتی تو یہ ضرور معذرت طلب کرتیں اس لئے کہ یہ اُس سے بھی ادنیٰ ادنیٰ بات میں معافی طلب کرتی ہیں۔ مگر ہوشیار شوہر اس چال کو سمجھ لیتے ہیں۔ پس یہ طریقہ شوہر کے ساتھ ہرگز ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ کبھی عورتیں یہ جان کر کہ شوہر معذرت سے خوش ہوجاتا ہے یہ کرتی ہیں کہ دیگر مستورات کے روبرو شوہر کو سب کچھ کہ لیتی ہیں اور پھر تنہائی میں معذرت طلب کرلیتی ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ اپنی ہمچشم عورتوں میں بھی ہم نے سُرخروئی حاصل کرلی اور شوہر پر قابو رکھنے والی نام پالیا اور دو حرف سے شوہر کو بھی خوش کرلیا۔ مگر کوئی شوہر ایسی معذرت سے دل میں خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کا دل بیوی سے بالکل بیزار ہوجاتا ہے*

اے معزز بیبیو اور اے میری پیاری بہنو اگر تم ان چند اشارات پر توجہ کروگی اور اُن ہدایات پر چلوگی جن کو میں نے اپنے ہم نوع اشخاص سے سُن کر اور معلوم کرکے لکھا ہے اور اپنے میں وہ اوصاف پیدا کروگی جن کا میں نے مختصرًا ذکر کیا تو یہ ہی اوصاف شوہر میں از خود پیدا ہوجائینگے۔ تم دل وجان سے اُن کی تعظیم کروگی تو وہ بھی دل سے تمہارا ادب کرینگے تم اُن کا حکم بے نکتہ چینی بجا لاؤگی اور بے چون وچرا تعمیل کروگی تو وہ بھی تمہاری فرمائشوں کو شوق دلی سے پورا کرینگے۔ تم اُن کو پورے دل سے چاہوگی تو وہ بھی تمہارے تابعدار بنے رہینگے۔